www.KitaboSunnat.com

احیائے اسلام اور معلّم

خرم جاہ مراد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

احیائے اسلام اور معلّم

www.KitaboSunnat.com

خرّم جاہ مُراد

ڈائریکٹر جنرل

اسلامک فاؤنڈیشن، لیسٹر (انگلینڈ)

ادارہ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان

۸۔ اے ذیلدار پارک اچھرہ، لاہور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحقِ ادارۂ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان محفوظ ہیں

371.
1--

کتاب : ——— احیائے اسلام اور معلم

مصنف : ——— خرم جاہ مراد

اشاعتِ اوّل ——— اپریل ۱۹۸۱ء

اشاعتِ سوم ——— دسمبر ۱۹۸۵ء

تعداد ——— دو ہزار

سلیم منصور خالد نے میٹرو پرنٹرز لاہور سے چھپوا کر، ۸۔ اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور سے شائع کیا

قیمت : ۶ روپے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فہرست موضوعات

صفحہ	عنوان	نمبر
۵	تعارف	۱
۷	پیش لفظ	۲
۹	تعلیم اور اُستاد کا مقام	۳
	• تشکیلِ ذات	
۱۱	مقصدِ زندگی	
۱۵	مقصد کی لگن	
۱۶	مقصد اور قربانی	
۱۷	دُنیا سے بے نیازی	
۱۹	صلاحیتوں کا نشو ونما	
۲۰	تعلیمِ قرآن	
۲۱	محنت اور کوشش	
	• تنظیم	
۲۲	تنظیم کی اہمیت	
۲۳	منصوبہ بندی	
۲۴	قوّتِ اجتہاد	
	اِحیائے اسلام اور تعلیم	۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعلیم کا مقام ۲۷

احیائے اسلام ۲۸

تعلیم کا محاذ ۲۸

مغرب کا تعلیمی حملہ ۲۹

عصرِ حاضر کا چیلنج ۳۱

اساتذہ کے لیے دعوتِ انقلاب ۳۳

اُستاد کے چار میدانِ عمل ۳۵

اسلامی نظامِ تعلیم کی اہم خصوصیات ۳۵

• اُستاد اور علم

اعلیٰ علمی معیار ۳۷

تنقید اور اجتہاد ۳۸

نصابی کتب کی تیاری ۳۹

تخلیقی قوت ۴۰

• اُستاد اور شاگرد

ذاتی تعلق ۴۱

اپنا کردار ۴۱

بنیادی اقدار ″

• اُستاد اور تعلیم گاہ

اسلام کے حق میں رول ۴۵

وسیع تر ماحول ۴۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارُف

تنظیم اساتذہ پاکستان کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مُعلّم کو اسلام کا انسانِ مطلوب بنانے کے لیے کوشاں ہے ——— دَورِ حاضر کا مُعلّم جن معاشی محرومیوں اور معاشرتی اُلجھنوں سے دوچار ہے، انہوں نے اسے ذہنی و فکری افلاس میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس کیفیّت میں رہ کر وہ نہ تو ذہنوں کو افکارِ عالیہ سے منوّر کر سکتا ہے اور نہ تزکیۂ قلوب اور تعمیرِ سیرت و کردار کا اہم فریضہ سرانجام دے سکتا ہے۔ یہ مقاصدِ عالیہ اس امر کے متقاضی ہیں کہ معلّمین کی صفوں میں سے ایک انقلاب اُبھرے، وہ انقلاب جو اُن کی فکر کو بھی حیاتِ نَو بخشے اور عمل کو بھی نئے سانچوں میں ڈھال دے ——— تنظیمِ اساتذہ پاکستان اسی انقلاب کی نقیب ہے۔

خداوند کریم کے لُطف و کرم سے گذشتہ بارہ سالوں میں تنظیم کی انقلابی دعوت نے اساتذہ کو وسیع پیمانے پر متاثر کیا ہے اور وہ بڑی تعداد میں اس کے پیغام اور پروگرام کو قبول کر رہے ہیں اس قبولیتِ عامہ پر ہمارے سر بارگاہِ ربّ العزّت میں سجدہ ریز ہیں۔ لیکن اس پر مسرُور و مطمئن ہونے سے کہیں زیادہ فکر ہمیں اس بات کی ہے کہ اس دعوت کو قبول کرنے والے ان صفات کو بدرجۂ کمال اپنے اندر پیدا کریں جو منصبِ مُعلّم کے لیے ناگزیر ہیں۔ اور جن کو پیدا کیے اور نشوونما دیئے بغیر "شیخِ مکتب" "رُوحِ انسانی کی صنعت گری" نہیں کر سکتا۔

ان صفات کا احاطہ اور ان کی تفصیلات کا بیان کسی رہبرِ فرزانہ کی زبان حقیقت ترجمان سے ہی ممکن تھا۔ جو رسم و راہِ منزل سے نہ صرف خود آشنا ہو بلکہ دوسروں کو آشنا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ خوش قسمتی سے ہمیں سندھ تعلیمی کانفرنس منعقدہ ۲۸ تا ۳۰ دسمبر ۱۹۷۹ء بمقام کراچی میں رفیقِ مکرّم خُرّم جاہ مُراد کی مصاحبت میسّر آئی اور دو نشستوں میں اس موضوع پر ان سے تفصیلی استفادہ کا موقع ملا۔ اور محسوس ہُوا کہ ان کی یہ دو تقاریر قافلۂ سخت جاں کے لیے متاعِ کارواں ثابت ہونگی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خرم بھائی عالمی اسلامی تحریک کے صفِ اوّل کے مُربیوں میں سے ہیں۔ اپنے زمانۂ طالب علمی سے لے کر اب تک وہ قافلۂ راہِ حق کے سالار رہے ہیں۔ پاکستان کے مغربی اور مشرقی خطّے ان کی خداداد صلاحیتوں کی جولاں گاہ رہے ہیں۔ ان دنوں وہ قلبِ مغرب میں تحریکِ احیائے اسلام کا پرچم بلند کیے ہوئے ہیں اور اسلامک فاؤنڈیشن انگلینڈ کے ڈائریکٹر جنرل ہیں۔

یہ نوجوان انجینئر اپنے درویشانہ مزاج کے ساتھ نگہ بلند اور جانِ پُرسوز کی دولت سے بھی بہرہ مند ہے اور جب یہ سب کچھ میسر ہو تو سخن دلنواز خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ سخن کی یہی دلنوازی اور زبان کی یہی تاثیر ہے جس نے ہمیں مجبور کیا کہ اس نوائے سروش کو الفاظ کے پیکر میں ڈھال کر شرق و غرب کے رہروانِ راہِ وفا کی خدمت میں پیش کر دیں۔ اس موقع پر یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ برسوں پہلے جنابِ خُرم کے قلم سے " باہمی تعلقات " جیسی بلند پایہ تخلیق منصّۂ شہود پر آئی۔ جس کی ہر دلعزیزی کا یہ عالم ہے کہ اُردو کے کئی ایڈیشن نکلنے کے علاوہ دوسری کئی زبانوں میں اس کے تراجم شائع ہو چکے ہیں اور اب ان کی تقریروں کا یہ تحریری روپ بھی، حقیقت یہ ہے کہ اپنے دلائل، یقین افروزی اور اثر آفرینی کے اعتبار سے اس قابل ہے کہ اسے بار بار پڑھا جائے اور اس کے مندرجات کو حرزِ جاں بنا کر عملی صورت دی جائے۔ امید کی جاتی ہے کہ تنظیم اساتذہ سے وابستہ ہر فرد نہ صرف خود اس کا بغور مطالعہ کرے گا بلکہ اسے ایک ایک اُستاذ تک پہنچانے میں کوشاں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

www.KitaboSunnat.com

نصیر الدین ہمایوں
ناظم ادارۂ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذۂ پاکستان

۸۔ اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور

۳۰ جمادی الاوّل ۱۴۰۱ھ - ۶ اپریل ۱۹۸۱ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باسمہ تعالیٰ

پیش لفظ

تین سال سے کچھ زائد مدت کے بعد کراچی جانا ہُوا تو یہ سفر تنظیم اساتذہ پاکستان کی سندھ تعلیمی کانفرنس کے افتتاحی اور عام اجلاسوں میں دو تقریروں کا بہانہ بن گیا۔ تقریروں کو تحریر کی صورت میں مُرتب کرنے کی خواہش تو اکثر رہی ہے مگر بالعموم ناتمام ہی رہی ہے۔ لیکن جب سُننے والوں نے تقاضا کیا، بھائی حافظ وحیداللہ خاں صدر تنظیم اساتذہ پاکستان نے اصرار کیا، اور انگلینڈ واپسی سے پہلے میرے بھائی مُسلم سجاد مُراد نے دونوں تقریروں کو کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کرا کے مسودہ میرے ہاتھ میں تھما دیا اور مجھے یہ معلوم ہُوا کہ میری دو بھانجیوں لُبنیٰ اقبال اور مریم اقبال نے لگ کر اس کام کو مکمل کیا ہے تو اپنی اور دوسروں کی خواہش کو ہمیشہ کی طرح ٹالنا ممکن نہ رہا۔ چنانچہ مَیں نے دونوں تقریروں کے مسودات پر نظر ثانی کا کام شروع کر دیا۔ اور اس کے لیے مَیں ان سب کا بہت شکر گزار ہوں۔

خیال تھا کہ کام جلدی سے مکمل ہو جائے گا لیکن وقت اندازے سے زیادہ ہی لگتا چلا گیا۔ کئی دن یہ کام آئندہ پر اٹھا رکھنے اور زیادہ ضروری کام فوراً کر لینے کی خواہش پیدا ہوئی۔ لیکن کسی نہ کسی طرح مسلسل وقت لگا کر یہ کام مکمل ہو ہی گیا۔ دراصل مجھے خود معلوم نہیں تھا کہ میری تقریر زبان پر بُری بھلی جیسی بھی لگتی ہو، کاغذ پر بہرحال بڑی بے ربطی اور تکرار کا شکار نظر آتی ہے اور اس لیے اس لائق بنانے کے لیے کہ اس کو شائع کیا جائے کچھ ضرورت سے زیادہ ہی نظر ثانی اور وقت کی محتاج ہوتی ہے۔

مَیں نے اس بات کو پیش نظر تو رکھا ہے کہ اب یہ تقریریں کتاب کی صورت میں منتقل ہو رہی ہیں لیکن بالکلیہ خطاب کی زبان اور انداز کو کتاب کی زبان اور انداز میں بدلنے سے احتراز کیا ہے، اس لیے کہ تحریروں میں خطاب کی زبان کا اپنا ایک مقام ہے اور اس کی اپنی ایک تاثیر بھی ہے۔

مَیں ماہرِ تعلیم تو نہیں ہوں لیکن تعلیم کی اہمیت کا قائل ضرور ہوں۔ اور ایک طالب علم بھی رہا ہوں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طالب علم کی حیثیت سے ان بڑی بڑی باتوں کا مخاطب، جو میری زبان پر آتی ہیں، دوسروں سے زیادہ خود کو ہی سمجھتا ہُوں۔ جب بھی بولتا ہُوں تو خود سیکھنے کی کوشش کرتا ہُوں۔ پتہ نہیں سُننے والے بھی کچھ حاصل کرتے ہیں یا نہیں، بہرحال میرا فائدہ تو ہو ہی جاتا ہے ۔ اس لیے مجھے سارے سُننے والوں کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جن کی توجہ، وقت اور سماعت کی بنیاد پر ہی میں اپنی شخصیت کے ارتقاء اور اپنے رب کے اجر کی امید جیسی نعمتوں سے بہرہ ور ہوتا ہُوں۔

اصل بات یہ ہے کہ جیسا مَیں نے اپنی تقریروں میں کہا ہے، آج ملّتِ اسلامیہ کے سامنے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ وہ اپنی پُوری زندگی کی تشکیلِ نَو اسلام کے مطابق کرے۔ اس جدوجہد کا اہم ترین محاذ نظامِ تعلیم کا میدان ہے۔ اور اس میدان میں کُلیہ اور مرکز کی حیثیت اُستاد کو حاصل ہے۔ جو میری نظر میں حکومت اور سیاست کے علی الرغم، اگر اپنی طاقت کو محسوس کرے اور آگے بڑھ کر نظامِ تعلیم پر قبضہ کرے اور خود کو، علم کو، تعلیم کو اور شاگرد کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنا شروع کر دے تو دنیا کی کوئی طاقت اسلام کا راستہ نہیں روک سکتی۔ بس آگاہی، لگن، محنت اور صحیح طرز پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

انہی احساسات نے، سب سے بڑھ کر، ان تقریروں کو مرتب کرا دیا ہے اور اگر کسی دُور دراز گاؤں میں ہی کوئی ایک اُستاد اس کو پڑھ کر کوئی بڑا کام کر گزرنے کے لیے تیار ہو جائے، اور اپنے مقام پر، میرے الفاظ میں "اسلام کا قطب" بن کر کھڑا ہو جائے تو مَیں سمجھوں گا کہ میری محنت وصول ہو گئی۔ اس لیے کہ اس کی کوشش سے ہی رُوح کی پاکیزگی، مقاصد کی بلندی، اخلاق کی ترقی اور سائنس ٹیکنالوجی میں برتری ایک دفعہ پھر ہمارا ورثہ بن سکتی ہے۔ کوئی تو ہو گا جو اس دعوتِ انقلاب پر لبیک کہے گا۔

ویسے اصل اجر کا امیدوار اپنے رب سے ہُوں۔ اس لیے کہ جو عمل اس کی بارگاہ میں قبول نہ ہو، لوگوں کے نزدیک کتنا ہی مقبول کیوں نہ ہو جائے، میرے لیے راکھ کے اس ڈھیر سے زیادہ قیمت نہیں رکھتا جس کو یومِ حساب کی آندھی اُڑا کر منتشر کر دے گی۔

اسلامک فاؤنڈیشن لیسٹر۔ انگلینڈ

صفر ۱۴۰۰ھ ۸ ارجنوری ۱۹۸۰ء

خُرّم مراد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعلیم اور اُستاد کا مقام

صدرِ محترم اور میرے بھائیو!

مَیں آپ کا شکر گزار ہُوں کہ آپ نے اپنے افتتاحی اجلاس کے موقع پر مجھے یہاں آنے کی دعوت دی۔ بں اس دعوت کو، کہ آپ سے چند باتیں کر سکوں، اپنے لیے بہت قیمتی سمجھتا ہُوں۔ کیونکہ دل کی بات زبان پر لانے سے سُننے والوں کو فائدہ ہو یا نہ ہو، مَیں خود بہت کچھ سیکھ لیتا ہُوں۔ کسی طویل گفتگو کی ضرورت نہیں ہے۔ چند باتیں ہیں جو مختصراً آپ کے سامنے رکھوں گا۔ غور و فکر اور عمل ہو تو تھوڑی بات بھی بہت ہو سکتی ہے۔

حضرات! اس بات کا احساس ہم سب کو ہے کہ آج عالمِ اسلام اور ساری دُنیا کے مسلمان ایک عظیم انقلاب کی زد میں ہیں۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد سے جیسے جیسے مسلمان ملک اپنی گردن سے سیاسی غلامی کے طوق اتارتے چلے گئے۔ ویسے ہی ویسے ہر عام مسلمان کے دل میں یہ خواہش اور تمنّا اُبھرنے لگی کہ اب جب کہ وہ اپنے معاشرے کی تعمیرِ نو کرنے پر قادر ہے تو وہ یہ کام اپنے عقائد، اپنے دین و مذہب، اپنی تہذیب اور اپنی ثقافت کی روشنی میں کرے۔ یہ اسلام کی حیرت انگیز تاثیر اور اس کی پائداری کا ہی ایک معجزہ ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی آج جو مقصد، جو نظریّہ اور جو آئیڈیالوجی انڈونیشیا سے لے کر امریکہ تک مسلمان کو متحرک کر رہی ہے وہ اسلام کا نظریّہ اور اسلام کی آئیڈیالوجی ہے۔

مسلمان کی یہ آرزو اور اس کا یہ مقصد کہ اس کی زندگی کی تعمیرِ نَو اسلام کے اصُولوں کے مطابق ہو، زندگی کے بہت سارے مختلف پہلوؤں پر حاوی ہے۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ سارے مذہبوں میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب اور ایک ایسا دین ہے جو انسان کی پُوری کی پُوری زندگی کو اپنی گرفت میں لینے کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس لحاظ سے آج جو رَو دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک احیائے اسلام کے لیے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چل رہی ہے، اور اس کے نتیجے میں اسلام کے لیے جو جدوجہد اور کشمکش برپا ہے وہ زندگی کے ہر دائرے پر حاوی ہے۔ اس کا معرکہ سیاست کے میدان میں بھی لڑا جا رہا ہے اور معیشت کے میدان میں بھی۔ خاندانی زندگی بھی اس کا ایک اہم مورچہ ہے اور فرد کی شخصیت بھی اور اسی طرح تعلیم کا میدان بھی ایک ایسا میدان ہے کہ جہاں یہ معرکہ ہر جگہ پوری شدت سے برپا ہے۔

میری نظر میں ان سارے میدانوں میں سب سے اہم میدان تعلیم ہی کا میدان ہے۔ اس لیے کہ تعلیم ہی وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعہ مغرب اور مغربی تہذیب کا تسلط اب تک مسلمانوں پر قائم ہے سیاسی بیداری کا یہ تو نتیجہ ہُوا کہ غلامی کے جو طوق گردن میں تھے وہ ایک حد تک اُتر گئے لیکن تعلیم کے ذریعہ مغرب کے جو نظریات اور تصورات ہمارے رگ وپے میں اُتر چکے ہیں ان کا نکالنا اتنا آسان نہ ثابت ہُوا اور اس کے لیے بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

اس جدوجہد میں سب سے زیادہ اہم مقام ایک اُستاد کا مقام ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ تعلیم کا اصل مقصد صرف یہ نہیں کہ محض معلومات فراہم کر دی جائیں۔ بلکہ یہ ہے کہ وہ ہمارے مقاصد، تصورات اور روایات و تہذیب کی حفاظت کرے اور ان کو آئندہ نسل تک منتقل کر دے۔ اگر کوئی قوم اس مقصد میں کامیاب ہو جائے کہ اپنی اعتقادی، تہذیبی اور ثقافتی روایات کا تحفظ کرلے اور ان کو اپنی آئندہ نسلوں تک منتقل کر دے تو اس قوم کا نشان صفحۂ ہستی سے کوئی نہیں مٹا سکتا بلکہ ایسی قوم ہمیشہ ترقی کے راستے پر آگے بڑھتی چلی جائے گی۔ جو ذمہ داری بحیثیت اُستاد کے آپ کے شانوں پر ہے وہ دراصل یہی عقیدہ، نظریہ، نصب العین اور روایات کے تحفظ اور ان کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کی ذمہ داری ہے اور اس لحاظ سے یہ سب سے نازک اور اہم فریضہ ہے جو قوم کی طرف سے اُستاد کے اوپر عائد ہوتا ہے اور احیائے اسلام کی جدوجہد میں سب سے زیادہ گرانبار ذمہ داری اسی کے شانوں پر ہے۔

مَیں سمجھتا ہُوں کہ تعلیم کے میدان میں اسلام کو جو جدّوجہد درپیش ہے اور اسلام کے لیے جو کچھ کیا جانا ہے اس میں جو کام استاد کو درپیش ہے اس کے چار پہلو ہیں۔ ایک اس کی اپنی ذات سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متعلق ہے۔ دوسرے کا تعلق اس کے اس علم سے ہے جس کو پڑھانے کے لیے وہ کسی ادارے سے وابستہ ہوتا ہے۔ تیسرا اس کے تعلیم کے مشن سے متعلق ہے اور چوتھا اس شاگرد سے متعلق ہے جو اس کے تحت تعلیم پاتا ہے۔ مَیں اس وقت اپنی گفتگو کو صرف اس حصّے تک محدود رکھوں گا جو اُستاد کی اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے، اس لیے کہ یہ آپ کا افتتاحی اجلاس ہے اور میرا خیال ہے کہ اس میں زیادہ تر وہی اساتذہ جمع ہیں جو اس تنظیم سے متعلق ہیں۔ اپنی ذات سے متعلق جو کام آپ کو درپیش ہیں اور جس چیلنج کا آپ کو سامنا ہے اس کو آپ جیسے ہی لوگ زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہیں اور قبول کر سکتے ہیں۔ باقی تین پہلوؤں پر مَیں انشاء اللہ اپنی دُوسری تقریر میں گفتگو کرُوں گا۔

تشکیلِ ذات

مقصدِ زندگی آپ کا سب سے پہلا کام خود اپنی صُورت گری ہے۔ اپنی ذات کی تشکیل ہے۔ اپنی خودی کی تعمیر ہے۔ اپنی صلاحیتوں کا نشو ونما اور ارتقاء ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جبتک آپ کے سامنے زندگی کا کوئی ایسا مقصد نہ ہو جس کے لیے آپ پُورے کے پُورے وقف ہوں جو فکر و خیال کا مرکز اور تگ و دو کا محور ہو۔ پھر یہ مقصد جتنا اعلیٰ اور آپ کی فطرت سے ہم آہنگ ہوگا اتنا ہی بلند آپ کا ارتقا ہو گا اور جتنی یکسوئی اور والہانہ سپردگی کے ساتھ آپ اس مقصد کو اختیار کریں گے اتنی ہی قریب اور ممکن الحصول آپ کی منزل ہوگی۔ زندگی میں قیمت اور وزن کسی مقصد کو اختیار کرنے سے ہی پیدا ہوتے ہیں ورنہ مقصدِ زندگی کے بغیر انسان ایک ایسی مشتِ خاک ہے جس کو ہر آنے جانے والا قافلہ اپنے پاؤں تلے روندتا چلا جاتے۔

جو انسان خود اپنے مقصدِ زندگی کے عشق سے سرشار ہو اور وہ اس عشق کو اپنے بعد آنے والوں تک اس طرح منتقل کر دے کہ پُوری قوم میں، اس کی رگ و پے میں اپنے مقصد اور نصب العین کا یہی عشق پیوست ہو جائے تو وہ انسان بھی اور وہ قوم بھی دونوں ترقی کی انتہائی بلندیوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہی معاملہ اُستاد کا ہے۔ وہ کہیں بھی ہو، خواہ اپنے مدرسے میں ہو یا اپنے ادارے میں، اپنے محلے میں ہو یا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے گاؤں یا شہر میں، مقصدِ زندگی کے بل پر ہی اپنے اندر اتنی جان پیدا کر سکتا ہے کہ جو اہم تقاضے اس کے اوپر عائد ہوتے ہیں وہ ان کو پورا کر سکے۔ اگر زندگی کے لیے مقصد کی ضرورت کا شعور اور اس کے حصول کی تڑپ آپ کے اندر نہ ہو اور اگر آپ اس بنیادی قدر سے ہی محروم ہوں تو ظاہر ہے جو گراں بار تقاضے آپ کے کاندھوں پر عائد ہوتے ہیں ان کو آپ کیسے پورا کریں گے؟ جیسا کہ آپ دیکھیں گے، یہ تقاضے بڑے ہی اہم تقاضے ہیں اور ان تقاضوں کو ادا کرنے کے لیے جس محنت، جس استقامت اور جس لگن کی ضرورت ہے وہ مقصد کے شعور، اس سے آگاہی، اور اس کو اختیار کیے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی۔

زندگی بسر کرنے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں:

ایک یہ کہ آدمی پیدا ہو، بی اے پاس کرے، ملازم ہو جائے، پنشن لے اور مر جائے۔ اکبر الٰہ آبادی کے الفاظ میں اکثر احباب کا کارِ نمایاں بس اسی حد تک ہے۔ اس طرح جینے والوں کی تعداد دنیا میں ایک نہیں، ہزاروں اور لاکھوں نہیں، بلکہ اربوں میں ہے۔ یہ لوگ پیدا ہو رہے ہیں۔ نوکر ہو رہے ہیں، پنشن لے رہے ہیں اور مر رہے ہیں۔ کائنات کے کسی ذرے کو اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ ان کا نام اپنے سینے میں محفوظ کرے اور تاریخ کی کسی راہ پر ان کے نقشِ پا آپ کو نہیں ملیں گے۔ اس لیے کہ یہ انسانوں کی ایک ایسی بھیڑ ہے جو اپنے لیے کوئی مقصد نہیں رکھتی۔ نہ اعلیٰ نہ ادنیٰ۔ بے مقصد جی رہی ہے اور بے مقصد جیتی چلی جائے گی۔

کیا آپ بھی اسی طرح جینا چاہتے ہیں؟ یہاں تک کہ آپ تاریخ کے لمحات اور کائنات کے ذرات میں گم ہو جائیں اور ایک دفعہ پھر لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا (وہ کوئی ایسی چیز بھی نہ تھا کہ اس کا تذکرہ کیا جا سکے) بن کر رہ جائیں؟

زندگی بسر کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ کی پوری زندگی کسی مقصد کے حصول میں لگ جائے۔ میں ابھی یہ نہیں کہہ رہا کہ وہ مقصد کیا ہو لیکن کچھ ہو جانے اور کچھ کر جانے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کے سامنے ایک منزل ہو اور اس کے اندر اس منزل تک پہنچنے کی تمنا اور آرزو ہو۔ دل میں اضطراب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور بے چینی ہو اور ایسی لگن ہو جو اس کو اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے بیتاب رکھے۔ یہ تمنا اور بے کلی دن کی روشنی میں بھی ہو اور رات کی تاریکی میں بھی۔ اس طرح اگر کوئی مقصد دل کے اندر پیدا ہو جائے، اس کے شعور اور اس کے ساتھ وابستگی سے اندر کی دنیا آباد ہو اور اس کی محبت سینے کے اندر موجود ہو تو اس کے بعد وہی آدمی جو ایک مشتِ خاک ہوتا ہے اعلیٰ مقصد کی آغوش میں پرورش پا کر اوجِ ثریا تک پہنچ سکتا ہے۔

یہ سب کچھ نتیجہ ہوتا ہے اس بات کا کہ اگر زندگی با مقصد ہو تو آدمی کے اندر وزن پیدا ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ مقصد زندگی کا صحیح مقصد بھی ہو تو پھر کیا کہنے! اگر اس کی مطابقت انسان کی پیدائش کے اصل مقصد سے ہو۔ اگر انسان کی فطرت، اس کا دل اور اس کا دماغ اس مقصد سے ہم آہنگ ہو تو پھر ترقی کی کوئی بھی منزل ایسی نہیں ہے جہاں وہ پہنچ نہ سکے۔ پھر زمین و آسمان کی ساری وسعتیں بھی اس کے لیے تنگ ہیں۔ پھر دنیا کی کوئی چیز جو خود اس کی طرح مخلوق ہو، خواہ کتنی ہی قیمتی ہو، اس کی قیمت نہیں بن سکتی۔

آپ دیکھتے ہیں کہ جب کوئی دانہ، کوئی بیج اُس آغوش میں پہنچ جاتا ہے جو واقعی اس کی حقیقی منزل اور مقصود ہو اور وہاں اس کی پرورش شروع ہوتی ہے تو وہ معمولی دانہ اتنے بڑے برگ و بار والے درخت میں تبدیل ہو جاتا ہے جس کا تصور بھی کوئی محض دانے کو دیکھ کر نہیں کر سکتا تھا۔ اسی طرح پانی کا ایک حقیر قطرہ ماں کے پیٹ میں پہنچ کر دستِ قدرت کے ہاتھوں پرورش پاتا ہے تو اس کے اندر سُننے اور دیکھنے اور بولنے کی وہ صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو کسی کے پاس نہیں۔ نہ سورج کے، نہ چاند کے، نہ ستاروں کے، نہ ہواؤں کے پاس۔ یہ دراصل نتیجہ ہے اس بات کا کہ وہ بیج، وہ قطرہ اُس مقام پر پہنچ گیا جو اس کی اصل منزل تھی۔ اس کی فطرت سے ہم آہنگ تھی۔ اُسی کے لیے بنی تھی اور وہ اسی کے لیے بنا تھا۔

اسی طرح اگر ایک دفعہ آپ اسلام کی آغوش میں پہنچ جائیں۔ اسی کو اپنا مقصدِ زندگی قرار دے لیں۔ اپنا سب کچھ اس کے سپرد کر دیں تو آپ دیکھیں گے کہ اس کی آغوش میں آپ کا نشوونما اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو گا کہ جن کی آنکھیں نہیں وہ دیکھنے والے بن جائیں گے جن کے کان نہیں وہ سُننے لگ جائیں گے اور جن کے دل ودماغ کام نہیں کرتے تھے وہ سوچنے اور سمجھنے والے بن جائیں گے۔ ان سے ایسے تخلیقی کارنامے رُونما ہونگے کہ جن کا تصور بھی آپ کے لیے اِس وقت مشکل ہے۔

دُنیا میں دو طرح کے مقاصد پائے جاتے ہیں جو ہمارے سامنے آتے ہیں۔ نظروں میں سماتے ہیں۔ اور ہمارے دامن کو کھینچتے ہیں۔

مقاصد کی ایک قسم وہ ہے جو اس پُوری دُنیا کی تصویر ہمارے سامنے اس طرح پیش کرتی ہے کہ تم حادثے اور اتفاق کی پیداوار ہو۔ یہ زندگی کے چند لمحات جو تمہیں ملے ہیں ان میں تم آزاد ہو۔ جو چاہو کر لو۔ موت کی سرحد کے پار تمہارے لیے کچھ نہیں۔ تمہاری زندگی کا خود تمہارے لیے کوئی انجام نہیں۔ بس تاریکی کا ایک اتھاہ سمندر ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ یہ ایک تصورِ کائنات WORLD VIEW ہے جس کے تحت مقاصد تو بہت سارے بن سکتے ہیں لیکن سب کی اصل بہرحال ایک ہے۔ یہ ایسا تصور ہے کہ جس کے پیچھے بھی تاریکی ہے اور آگے بھی تاریکی ہے۔ اول بھی تاریکی ہے آخر بھی تاریکی ہے۔ ظاہر میں بھی تاریکی ہے اور باطن میں بھی تاریکی ہے۔ اس لیے کہ اس کے تحت آدمی صرف یہ جانتا ہے کہ وہ دنیا کے اندر یونہی آگیا۔ دنیاوی زندگی سے ماوراء اس کی کوئی منزل نہیں۔ ساری زندگی کا حاصل بس یہیں کی چند اشیاء ہیں۔ وہی اس کے دل و نگاہ کا مرکز بنی رہتی ہیں۔ انہی کی خاطر وہ اپنا خون پسینہ ایک کرتا ہے۔ محنت کرتا ہے اور دن اور رات کی ساری گھڑیاں لگا دیتا ہے صرف اس لیے کہ اس دُنیا سے کچھ ایسے فوائد حاصل کرلے جو اس کے ساتھ رہنے والے نہیں۔ یہ ایک نظریہ ہے جس سے ان بہت سارے مقاصد کا تعیّن ہوتا ہے جو آج انسان اختیار کیے ہوئے ہے۔

مقاصد کی دوسری قسم وہ ہے جو اس نظریہ کے تحت تشکیل پاتی ہے کہ یہ زندگی حادثہ اور اتفاق کی تاریک قوتوں کی پیداوار نہیں ہے۔ نہ یہ بے مقصد ہے کہ اس کا اختتام کسی تاریکی پر ہو جائے۔ بلکہ اس کا اوّل بھی روشن ہے اور آخر بھی روشن۔ ظاہر بھی روشن ہے اور باطن بھی روشن۔ زندگی کو ایک سوچے سمجھے مقصد، ایک منصوبے نے ایک حکمت نے جنم دیا ہے۔ اِس پُوری زندگی کے ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سانس کو اسی عظیم حکمت۔ مقصد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے تابع ہونا چاہیے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا۔ جب یہ زندگی موت کی سرحد عبور کرے گی تو بس یونہی ختم نہ ہو جائے گی بلکہ صرف ایک مرحلہ سے دوسرے مرحلے میں قدم رکھے گی۔ اور اس دوسرے مرحلہ میں بھی ایسی روشنی ہے جس کے اندر آدمی اپنی زندگی کے لیے ارتقاء کی نئی منازل طے کر سکے گا۔

اس تصور سے جو مقصد پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ پوری زندگی، زندگی بخشنے والے کو خوش کرنے کی کوشش میں بسر ہو جائے اور اس مقصد کو پورا کرنے میں لگی رہے جو اس کی پیدائش کا مقصد ہے یعنی اس کی پرستش جس نے سب کچھ دیا ہے، اُس کی بندگی جو ہر لمحہ پرورش کر رہا ہے۔ اس کی اطاعت جو مالک ہے۔ اس سے محبت جس کی شفقتوں کی کوئی حد نہیں اور اس کا خوف جس کی ناراضگی سے کوئی پناہ نہیں۔ اور اس دین کے لیے سرتوڑ کوشش جو اس نے کمال رحمت و حکمت سے ہمیں عطا کیا ہے۔

یہ اب ہمارا کام ہے کہ ہم ان دونوں میں سے کونسا تصورِ کائنات اختیار کرتے ہیں۔ اسی سے یہ طے ہو گا کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا قرار پاتا ہے۔ جو اساتذہ آج یہاں جمع ہوئے ہیں ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے لیے دوسرے نظریے کو پسند کیا ہے اور قابلِ مبارکباد ہیں آپ کہ آپ نے اپنے پسِ پیشہ راستے کو ترک کر دیا ہے جو بظاہر تن آسانی اور نقد نفع کی کشش رکھتا ہے اور اس بات کو محسوس کیا ہے کہ اگرچہ آپ کی محنت کوئی فوری نفع دیتی نظر نہ آئے لیکن آپ جہاں سے آئے ہیں وہاں سے بھی اسی مقصد کے لیے آئے ہیں اور آپ کے آگے جو مستقبل ہے وہ اسی مقصد کی بنیاد پر تابناک بن سکتا ہے۔

مقصد کی لگن

لیکن اب جو بات میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ کسی مقصد کو سوچ سمجھ کر قبول کر لینا اور اس کو زندگی کا نصب العین قرار دے لینا اور بات ہے اور اس مقصد کو فی الواقع زندگی کا مقصد بنا لینا کچھ اور ہی چیز ہے۔ یہ وہ دوسرا مشکل قدم ہے جو اٹھانا ضروری ہے جس کے بغیر مقصد زبان پر تو رہ سکتا ہے لیکن نہ دل میں اُترے گا اور نہ عمل کے اوپر اثر کرے گا اور آپ کی محنت اور جدوجہد فی الواقع اس مقصد کے تابع نہیں ہو سکے گی۔ یہ وہ اہم قدم ہے جس کو اٹھانے کی میں آپ کو دعوت دیتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ خیالی باتوں کے بجائے آپ اپنی زندگی کے حقیقی اور عملی لمحات اور اس کی روش کو دیکھ کر سوچیں کہ یہ مقصد کس حد تک واقعی مقصدِ زندگی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنا ہے اور اس کی فکر کس حد تک آپ کے دل کو لگی ہوئی ہے۔

آپ غور یہ کریں کہ آپ کی فکر اور سوچ کا کتنا حصہ اس مقصد کے لیے ہے جس کو آپ نے اپنا مقصدِ زندگی قرار دیا ہے؟ آپ کی جسم و جان کی قوتوں کا کتنا تناسب اس مقصد کے لیے خرچ ہوتا ہے جس سے زبردست محبّت کا آپ کو دعویٰ ہے؟ اُستاد کی حیثیت سے آپ کے زیرِ تعلیم اس قوم کے جو سینکڑوں بچے آتے ہیں ان کی تربیت میں اس مقصد کا کتنا اثر ہوتا ہے؟ جس محلّے، گاؤں اور شہر میں آپ رہتے ہیں وہاں اس مقصد کے لیے آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ کے مال کا کتنا حصہ اس کام میں لگتا ہے جس کے بارے میں آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ اس میں ہماری دنیا کی فلاح بھی ہے اور آخرت کی بھی؟ دراصل مقصد سے وہ تعلق مطلوب ہے جو آپ کو اس حد تک لے جائے کہ مقصد ہی آپ کے جسم و جان کے اندر جاری و ساری ہو جائے۔ یہی دراصل کسی مقصد کو مقصدِ زندگی کے طور پر اختیار کرنے کے اصل معنی ہیں۔

اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری زندگی روشنی میں بسر ہو۔ ہمارے سامنے شاندار مستقبل ہو۔ اور جب ہم ماضی کی طرف دیکھیں تو ہمیں ایک تابناک ماضی نظر آئے۔ ہم اُلجھنوں کا شکار ہو کر نہ رہ جائیں ہماری شخصیت اور زندگی بکھر کر نہ رہ جائے۔ تو زندگی بسر کرنے کا راستہ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے خالق کی خوشنودی کی خاطر اس کے دین کو قائم کرنے کے لیے اپنی جسم و جان کی ساری قوّتیں لگا دیں۔ یہ آرزو اور تمنا جتنی قوّت کے ساتھ ہمارے اندر جڑ پکڑے گی اتنا ہی آپ دیکھیں گے ہماری صلاحیتیں پروان چڑھیں گی اور ہم اپنے اندر وہ قوّتیں برپا ہوتے دیکھیں گے جو ایک ذرّے کو چمکا کر آفتاب کی طرح روشن کر دیتی ہیں۔

مقصد اور قربانی

اس راہ میں جہاں مقصد کو آگاہی اور یکسوئی کے ساتھ اختیار کرنے کی ضرورت ہے وہیں اس کے لیے قربانی دینا بھی ضروری ہے۔ قربانی کا مفہوم تو معروف ہے۔ لیکن جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ قربانی کے معنی صرف یہ نہیں ہوتے کہ آدمی پہلے ہی قدم پر جا کر اپنی جان کی نذر پیش کر دے، اگرچہ یہ موقع بھی اس راہ میں آتا ہے۔ یا صرف یہ کہ اپنا سارا مال لا کر قدموں پر ڈال دے۔ اگرچہ یہ مرحلہ بھی آسکتا ہے۔ قربانی کے اصل معنی یہ ہیں کہ روزمرہ کی زندگی بسر کرتے ہوئے دن کے چوبیس گھنٹوں میں ہر لمحہ جہاں انتخاب اور ترجیح کا مرحلہ درپیش آئے وہاں آپ کا انتخاب اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چیز کے لیے ہو۔ اس طرز زندگی کے لیے ہو جو دراصل آپ کے مقصد کا تقاضا ہے۔

یہ قربانی ان چیزوں کی تو بڑی آسان ہوتی ہے جو محسوس ہوں اس لیے کہ آدمی قربانی دے کر جانتا ہے کہ میں نے کیا قربانی دی۔ اتنے پیسے دیئے۔ اتنا وقت دیا، اتنی محنت کی، رات بھر اس مقصد کے لیے بسر کی، دن اس لیے گزارا! لیکن جو چیز مشکل ہوتی ہے وہ ان چیزوں کی قربانی ہے جو غیر محسوس ہوں اور ان غیر محسوس چیزوں میں اپنی دلچسپیاں، اپنے تعلقات، اپنی محبتیں اور اپنی دشمنیاں، اپنی رائے، اور اپنا تعصب، اپنی ضد اور ہٹ دھرمی اور اسی طرح کی بے شمار دوسری چیزیں ہیں۔ یہ ہیں وہ چیزیں جن کو قربان کرنے کا مطالبہ آپ کا مقصد لمحہ لمحہ کرتا ہے۔ قربانی صرف ایک لمحے کسی محسوس قیمتی چیز کی قربانی دینے کا نام نہیں ہے بلکہ اصل قربانی یہ ہے کہ زندگی بسر کرتے ہوئے ہر سانس، ہر لمحہ، جہاں یہ مرحلہ درپیش آ جائے کہ کونسی چیز غالب رہے گی؟ کس کے پیچھے چلیں گے؟ کونسا قدم اٹھائیں گے؟ تو اس کا تعیّن وہ مقصد زندگی کرے جس کو آپ نے اپنی زندگی کے نصب العین کے طور پر اختیار کیا ہے۔

دُنیا سے بے نیازی

یہ مسلسل قربانی اور غیر محسوس اندرونی قربانی کا کام اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ آپ کے دل کے اندر دنیا سے بے نیازی پیدا ہو۔ یہاں پھر آپ کو دو غلط نظریات سے دامن بچانا ہو گا۔ ایک نظریہ وہ ہے جو آپ کو دُنیا کے کاروبار سے نکال کر دُنیا سے بے نیازی کا درس دیتا ہے۔ دوسرا وہ ہے جو آپ کی ساری تگ و دو کو دُنیا تک ہی محدُود کرنا چاہتا ہے۔ صحیح راستہ تیسرا ہے جو آپ کو عملاً پوری طرح دنیا میں رکھتے ہوئے بھی آپ کے دل کو دنیا سے کھینچ کر اس سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ امام غزالیؒ کے الفاظ میں زہد ترکِ دُنیا کا نام نہیں بلکہ دُنیا میں رہتے ہوئے دُنیا سے بے پروائی کا نام ہے۔ اچھا کپڑا میسر آئے تو پہنیے اور شکر ادا کیجیے۔ نہ آئے تو پیشانی پر شکن نہ پڑے۔ اچھا مکان ملے تو رہیے۔ نہ ملے تو کوئی ملال نہ ہو۔ دولت کا ڈھیر آئے اور نکل جائے، یہ محسوس نہ ہو کہ کیا آیا اور کیا گیا۔ فکر، رغبت، تمنّا اور آرزو اپنے لیے دُنیا جمع کرنے کی نہ ہو بلکہ دنیا کو خدا کے لیے سنوارنے اور استعمال کرنے کی ہو۔

دُنیا سے دل کی یہ بے نیازی دراصل وہ چیز ہے جس کے بغیر آپ وہ قربانی نہیں دے سکتے جس کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مطالبہ آپ کا مقصدِ زندگی کرتا ہے۔ آپ کا مقصد کیا ہر مقصد کرتا ہے جو دُنیا کے اندر غالب ہونا چاہیے جہاں بے نیازی رخصت ہوئی، دُنیا کی محبّت گھس آئی۔ وہیں ایسا گھُن لگ جاتا ہے جو کھوکھلا کر کے رکھ دیتا ہے۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک دفعہ فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ دُنیا کی قومیں تمہارے اوپر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح بھوکے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ کیا ہم تعداد میں بہت کم ہونگے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا نہیں۔ تم تعداد میں درختوں کے پتّوں اور ریگستانوں کے ذرّوں کی طرح ہوں گے صحابہؓ کو تعجب ہُوا اور پُوچھا کہ پھر کیا وجہ ہوگی، آج تو ہم مٹھی بھر ہیں اور اس وقت جب ہم تعداد میں اتنے زیادہ ہونگے تو دُنیا کی ساری قومیں بھوکوں کی طرح ہم پر ٹوٹ پڑیں گی۔ آپ نے فرمایا تمہارے اندر وھن پیدا ہو جائے گا صحابہؓ نے پوچھا وھن کیا ہے؟ آپ نے فرمایا دُنیا کی محبّت اور موت کا خوف۔ یہ وہ کمزوریاں ہیں جو ہر قوم کو بزدل، ذلیل اور مغلوب بنا دیتی ہیں اور انسان ایک ایسی لکڑی کی طرح ہو جاتا ہے جو دیکھنے میں خوشنما ہو لیکن اندر سے دیمک چاٹ چکی ہو جس کی باتیں دل کو لبھاتی ہوں لیکن جو اندر سے کھوکھلا ہو۔ آج اسلام کی خدمت کا دعویٰ کرنے والوں میں بہت سے ایسے نظر آئیں گے جو دُنیا کی محبّت اور موت کے خوف کی وجہ سے اس صورت حال کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔

اگر آپ واقعی اپنے آپ کو اس لائق بنانا چاہتے ہیں کہ آپ اسلام کی خدمت کر سکیں تو آپ کو یہی بے نیازی اپنے اندر پیدا کرنا ہو گی۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان پرندوں کو بھی رزق دیتا ہے جو صبح کو گھر سے بھوکے نکلتے ہیں لیکن جب رات کو گھر واپس آتے ہیں تو ان کا پیٹ بھرا ہوتا ہے جس بے نیازی اور بھروسے کی تعلیم ہمارے رب نے دی ہے اس کی اصل رُوح سمجھنا بھی ضروری ہے۔ اُس نے یہ نہیں کہا کہ دُنیا سے الگ ہو جاؤ یا دُنیا کو بالکل چھوڑ دو۔ بلکہ کہا یہ گیا ہے کہ اگر قیامت کا صُور پھُونکا جائے اور تم درخت کا پودا لگا رہے ہو تو اِس پودے کو لگا لو، پھر اس آواز پر لبّیک کہو۔ اتنا انہماک ہو، اتنی دلچسپی ہو اللہ کے باغ کو درست رکھنے سے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہاں کی دلچسپیاں

www.KitaboSunnat.com

یہاں کی نعمتیں، یہاں کی کشش تمہارے دل کے لیے اتنی دامن گیر نہ ہو جائیں کہ تم انہی کے ہو رہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دُنیا میں مسافر کی طرح رہو۔ مسافر جہاں جاتا ہے سفر اپنے مقصد کے لیے کرتا ہے۔ اپنی منزل پر جا کر وہیں کا ہو کر نہیں بیٹھ جاتا بلکہ اپنے کام میں لگا رہتا ہے۔ لیکن اس کا دھیان، اس کا دل اپنے گھر کی طرف لگا رہتا ہے جہاں سے وہ آیا ہے اور جہاں اُسے جانا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کیفیت کے بغیر ہمارا کوئی مقصد بھی پُورا نہیں ہو سکتا۔

صلاحیّتوں کا نشو ونما

اس کے بعد جس اہم چیز کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہُوں وہ اپنا نشو ونما اور اپنا ارتقاء ہے۔ آپ جس کام پر مامور ہیں وہ یہ ہے کہ آپ کے پاس دوسرے آئیں، بڑی تعداد میں آئیں اور آپ ان کو تعلیم و تربیت دیں۔ لیکن اس کے لیے ضروری یہ ہے کہ آپ خود اپنی صلاحیتوں کو پروان چڑھائیں۔

یہ میرا ایمان اور یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ان صلاحیتوں سے نوازا ہے جن صلاحیتوں کی ضرورت اُسے اپنے مقصدِ زندگی کی تکمیل کے لیے ضروری ہے۔ قرآن مجید کی اِس آیت کی تعبیریں بے شمار ہو سکتی ہیں کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ لیکن اس کی ایک تعبیر یہ بھی ہے کہ اس نے آپ کو جس بات کی تکلیف دی ہے اس کی مناسبت سے صلاحیّت بھی دی ہے۔ جس معرکہ میں اس نے آپ کو اُتارا ہے اس سے نمٹنے کے لیے آپ کو ہتھیار بھی دیے ہیں۔ اب اگر آپ یہ غم کرتے رہیں اور یہی غم کھائے بیٹھے رہیں کہ یہ کام تو بہت بڑا ہے مجھ سے کیسے ہو گا تو یہ ایسی روش ہے جس سے جو منزل آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ کبھی بھی ملنے والی نہیں ہے۔

بچپن میں کسی بزرگ کا ایک قصہ پڑھا تھا۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ صبح جب گھر سے نکلو تو جو چیز سب سے پہلے نظر آئے اُسے کھا لو۔ صبح وہ گھر سے نکلے تو انہیں سامنے بہت دُور ایک بہت بڑا پہاڑ نظر آیا۔ وہ بہت گھبرائے اور ہچکچائے کہ اتنا بڑا پہاڑ! اس کو میں منہ میں کیسے رکھ سکوں گا۔ لیکن کیونکہ حکم یہی تھا کہ بڑھتے چلے جاؤ۔ حرکت کرو۔ جدّوجہد کرو۔ چنانچہ وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ لیکن جیسے جیسے انہوں نے قدم آگے بڑھایا پہاڑ چھوٹا ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ جب وہ پہاڑ تک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پہنچے تو وہ ایک گُڑ کی ڈلی میں تبدیل ہو گیا جسے انہوں نے اُٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ ویسے تو یہ قصہ غصہ کے بارے میں تھا لیکن فی الواقع اس قصّے کا اطلاق ہر اُس چیز پر ہوتا ہے جو آپ کو دُور سے بہت مشکل نظر آتی ہے۔ آپ اس کو ایک پہاڑ سمجھتے ہیں، لیکن ایک دفعہ آپ اپنے اندر ارادہ پیدا کر کے اس کی طرف قدم بڑھالیں تو کوئی چیز ایسی نہیں رہ جاتی جو مشکل ہو۔

آپ کے اندر اللہ تعالیٰ نے جو خفتہ صلاحیّتیں رکھی ہیں وہ صرف اِس بات کی محتاج ہیں کہ آپ ان کی آبیاری کریں، ان کی دیکھ بھال کریں اور انہیں نشو و نما دیں۔ آپ میں سے ایک ایک فرد ہر میدان میں اس مقام تک پہنچ سکتا ہے کہ وہ اپنے علم میں امامِ وقت بن جائے۔ اگر سائنس کے میدان میں جائے تو آئن اسٹائن بن سکے۔ آئن اسٹائن آخر کیا تھا؟ ایک معمولی پوسٹ ماسٹر تھا جو روزانہ ۹ بجے صبح ایک ٹرام میں بیٹھ کر گھنٹہ گھر سے اپنے دفتر جایا کرتا تھا اور گھنٹے کو دیکھا کرتا تھا۔ گھنٹے کو دیکھتے دیکھتے اُسے خیال آیا کہ اگر اس کی ٹرام روشنی کی رفتار سے چلے تو اس کے لیے گھنٹہ گھر میں ہمیشہ صبح ۹ بجے کا وقت رہے گا۔ یہاں سے اُس نظریّہ اضافت کا آغاز ہُوا جس نے دنیا کی فکر میں نمایاں تبدیلی پیدا کر دی۔ یہ دراصل اپنے غور و فکر اور دوسری صلاحیتوں کو استعمال کرنے کا نتیجہ تھا۔ مقصد کے عشق اور جدوجہد کے ذریعہ آپ کے اندر وہ ساری قوّتیں اور طاقتیں پیدا ہو سکتی ہیں جو ان تقاضوں کو پُورا کرنے کے لیے ضروری ہیں جو اُستاد کی حیثیت سے آپ کے اُوپر عائد ہوتے ہیں۔

تعلیمِ قرآن

آخری چیز جو میں آپ سے اپنی تشکیلِ ذات کے سلسلے میں کہوں گا وہ یہ ہے کہ اُستاد کی حیثیّت سے بھی، اور ایک مسلمان کی حیثیت سے بھی جو چیز آپ کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ آپ خود قرآن کی تعلیم حاصل کریں اور اس قرآن کی تعلیم کو عام کر دیں اپنے شاگردوں تک منتقل کریں۔ اپنے گرد و پیش رہنے والے عام آدمی تک منتقل کریں۔ اس لیے کہ اس سلسلہ میں میرا ایمان اور یقین یہی ہے کہ اس اُمّت کے اندر اگر زندگی کی رو دوڑ سکتی ہے تو وہ صرف قرآن مجید کی تعلیم کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ قرآن سے قریب آنے میں ہی اُمّت کی حیات پوشیدہ ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس نے اس سے پہلے بھی ہمارے دل و دماغ میں اور ہماری سیرت میں انقلاب برپا کیا اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہی وہ کتاب ہے جو آج بھی یہ کام کر سکتی ہے۔

لیکن صورت حال یہ ہے کہ آج ہماری پوری قوم اِس کتاب سے بیگانہ ہے۔ ایک طرف اَن پڑھ اور جاہل لوگوں کی بھیڑ ہے جو اس کتاب کو اپنی تمناؤں، خیالات اور خواہشات کا مجموعہ سمجھتی ہے اور دوسری طرف وہ پڑھے لکھے لوگ ہیں کہ جو چاہتے ہیں اس کتاب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ یہی فرمودۂ الٰہی ہے۔

اِس اندھیرے میں جہاں عوام جہالت میں بھٹک رہے ہیں اور عُلماء پندارِ علم، ضد، تعصّب، حسد اور دُنیا پرستی کے اندر بہک رہے ہیں۔ اگر ہم اپنی قوم کو، آنے والی نسلوں کو حقیقی قرآن سے واقف کرا سکیں، اس کی رُوح اور پیغام سے رُوشناس کرا دیں، اس کی تعلیم ان تک پہنچا دیں، دلوں کے اندر اسے اُتار دیں، خود ہمارے دل اُس امانت کے محافظ اور امین بن جائیں کہ جو امانت جبریل علیہ السلام نے قلب محمد اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی تھی تو آپ دیکھیں گے کہ صرف قرآن کے اندر یہ طاقت ہے کہ یہ آپ کو ایک ایسا نیا انسان بنا دے جو دُنیا کو بدل کر رکھ دے۔

اپنا جائزہ

ان چیزوں کو آپ سامنے رکھیں اور اپنا جائزہ لے کر دیکھیں تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سعادت سے ہمکنار کیا ہے کہ جہاں بہت سے لوگوں کو مقصد کا احساس نہیں ہے وہاں ہم کو اس کا شعور ہے۔ جہاں بہت سے لوگ سو رہے ہیں، ہم کم سے کم جاگ رہے ہیں۔ جہاں بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں وہاں ہم کم سے کم چل رہے ہیں۔ لیکن اس وقت دنیا کے جو تقاضے ہیں، انسان کو جو چیلنج درپیش ہے، اسلام کے لیے جو کرنے کا کام ہے اس کے لیے صرف چلنا اور چلنے کا احساس رکھنا کافی نہیں ہے۔ اس کے لیے ضروری یہ ہے کہ آپ لگ کر تن من دھن سے یہ کام کریں۔ اور یہ کام کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ بہت بڑے بڑے کام ہیں جو کرنا ہیں اور یہ وہ کام ہیں کہ جن کا چیلنج قبول کیے بغیر ہم اس بات کی توقع نہیں کر سکتے کہ اسلامی انقلاب کی منزل تک پہنچ جائیں۔ صرف کسی ایک عمل کے ذریعہ، خواہ وہ سیاسی عمل ہو یا معاشی، معاشرتی ہو یا تعلیمی۔ یہ ممکن نہیں کہ دُنیا میں مکمل اسلامی انقلاب برپا ہو سکے۔ اس کی تفصیل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر کبھی سہی۔ لیکن اس وقت میں آپ کو یہ دعوت ضرور دُوں گا کہ آپ اس حیثیت سے اپنی ذات کا جائزہ لے کر دیکھیں اور غور کریں کہ یہ مقصد سے تعلق، یہ قربانی، یہ اپنی نشو و نما، یہ حرکت، یہ اُمّ الکتاب سے تعلق، جو دراصل ہمارے سارے کام کی بنیادیں ہیں جن پر ہماری کامیابی کا انحصار ہے ان کے لحاظ سے آپ کس مقام پر ہیں اور آپ کو کتنا آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔

تنظیم

تنظیم کی اہمیت

اب میں چند باتیں آپ سے تنظیم کے متعلق بھی کہنا چاہتا ہُوں۔ اس لیے کہ تنظیم ہی دراصل وہ قوّت ہے جس کے ذریعہ آپ بڑے بڑے اجتماعی کام کر سکتے ہیں۔ انسان اکیلا ہوتا ہے تو کمزور ہوتا ہے لیکن جب وہ چند افراد کے ساتھ مل کر تنظیم بناتا ہے تو اُس کی قُوت کئی گُنا زیادہ ہو جاتی ہے۔

آپ کو میدان میں لاکھوں اینٹیں بکھری نظر آئیں گی۔ ان اینٹوں میں الگ الگ اتنی صلاحیت نہیں ہے۔ اتنا دم نہیں ہے کہ وہ اپنے اُوپر کوئی وزن اُٹھا سکیں۔ آپ اینٹ کو اینٹ پر رکھیے۔ اس کو سیمنٹ سے جوڑ دیجیے اور پھر دیکھیے کہ وہی اینٹ ایک فلک بوس عمارت کا بوجھ اپنے اوپر اُٹھا سکتی ہے۔ یہ قوّت اس کے اندر کہاں سے آئی؟ یہ طاقت اس کے اندر کیسے پیدا ہوگئی؟ یہ منظم ہونے کی وجہ سے ہوتی۔ جب تک اینٹ اکیلی ہے خواہ اس کے اندر وہ ساری خصوصیتیں موجود ہوں وہ ساری صلاحیتیں ہوں، وہ ساری قوّتیں ہوں جو ایک اینٹ کے اندر ہوتی ہیں لیکن وہ کسی بھاری عمارت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔ وہ دنیا میں کوئی کارِ نمایاں سرانجام نہیں دے سکتی وہ کسی ایسی عمارت کا جزو نہیں ہو سکتی جس کے سائے تلے انسانیت امن اور سکون سے آشنا ہو سکے اور اس کا مستقبل روشن اور تابناک ہو سکے۔ لیکن جہاں ایک اینٹ دوسری اینٹ سے ملی اور اس کو جوڑا گیا اور جہاں وہ دیوار بنی پھر وہ چھت کا بوجھ بھی اٹھا لے گی، اس کے نیچے سایہ بھی ہوگا اور اس کے نیچے آکر قافلے بھی کھڑے ہو سکیں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آج کی دُنیا میں تنظیم نے وہ بڑے بڑے کام کیے ہیں جن کا آپ تصوّر نہیں کر سکتے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے بڑے بڑے کارنامے، بڑی بڑی جنگیں، بڑے بڑے کارخانے، بڑی بڑی پیداواریں، مغرب کا یہ سارا غلبہ جو ہے ان میں بڑا دخل تنظیم کو ہے۔

اصل تنظیم وہ ہے جس میں ہر آدمی یہ جانتا ہے کہ اسے کرنا کیا ہے؟ اور کیوں کرنا ہے؟ اور اس کے لیے اُسے کتنے وسائل اور ذرائع کی ضرورت ہے؟ اور وہ اسے کیسے حاصل ہونگے؟ یہ طے کرنا ضروری ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مقصد کی طرف پیش رفت کیا ہوئی۔ آج سے تین مہینے میں کہاں تک پہنچنا ہے، چھ مہینے میں کہاں، اور ایک سال میں کہاں؟ اپنی تنظیم کے بارہ میں اِس پہلو سے آپ غور کریں۔ فرد کی حیثیت سے بھی سوچیں اور جماعت کی حیثیت سے بھی۔ کوئی کام کرنے کے بعد جب ایک ہفتہ یا ایک مہینہ یا ایک سال گزر گیا تو آپ نے اپنے مقصد کی طرف کتنی پیش رفت کی؟ اس سوال کا آپ جواب دیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ فی الواقع آپ کتنے منظّم ہیں۔

منصُوبہ بندی

تنظیم کا اصل کام یہ ہے کہ وہ منصُوبہ بندی کرے۔ پلاننگ کرے۔ اور پلاننگ کے معنی صرف یہ نہیں ہیں کہ آپ کاغذ پر ایک منصُوبہ تیار کر لیں۔ پلاننگ کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو یہ واضح طور پر معلوم ہو کہ آپ کی منزل کیا ہے؟ راستہ کیا ہے؟ اس راستے پر آپ کو کتنا چلنا ہے؟ اور آپ اعتماد سے کہہ سکیں کہ کسی بھی طے شدہ مدت میں آپ کو جتنا چلنا تھا وہ آپ چل لیے اور اب آئندہ آنے والی مدت میں آپ کو کتنا چلنا ہے۔ جب منزل آپکے سامنے واضح ہے اور راستہ آپ کا طے شدہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ کا قافلہ آگے نہ بڑھے۔

یہ سوال کہ آپ تنظیم میں کوئی کام "کیوں" کر رہے ہیں۔ بڑا اہم سوال ہے۔ بظاہر یہ بڑا آسان کام ہے کہ ہم "کیوں" کا سوال کریں۔ لیکن درحقیقت یہ بڑا مشکل کام ہے کیونکہ اس کا جواب دینا آسان نہیں۔ آپ یہ "کیوں" کا سوال کرنا شروع کر دیں۔ ہم نے یہ کانفرنس "کیوں" کی؟ ہم نے یہ بلیٹن "کیوں" نکالا؟ ہم یہ اجتماع "کیوں" کرتے ہیں؟ ہم نے یہ فارم "کیوں" اختیار کیا ہوا ہے؟ اس سے ہم نے کیا حاصل کیا؟ یہ "کیوں" کا سوال اگر آپ وردِ زبان کر لیں، ہر کام کرنے سے پہلے بھی اور بعد میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی۔ آپ برابر ہر کام کے بارہ میں یہ سوچیں کہ ہم یہ "کیوں" کر رہے ہیں؟ اس سے ہم نے کیا پیش قدمی کی؟ کیا مسائل حل کیے؟ اس میں ہماری کتنی قوتیں لگیں؟ کتنا وقت لگا؟ کتنا پیسہ لگا؟ کتنی محنت لگی؟ اس سے ہم نے کیا حاصل کیا؟ پھر یہ سوچیں کہ کیا اسی مقصد اور کام کے لیے اس سے بہتر طریقے نہیں ہو سکتے تھے۔ صرف اس ایک سوال کے کرنے اور اس کا جواب دینے کی عادت اگر آپ ڈال لیں تو آپ دیکھیں گے کہ اس سے آپ کی تنظیم بے انتہا زیادہ آگے بڑھ سکے گی۔

قوّتِ اجتہاد پھر اسی کے نتیجے میں وہ چیز بھی پیدا ہو گی جسے میں اجتہاد کی صلاحیت کہتا ہوں۔ اجتہاد کا لفظ میں دینی اجتہاد کے معنی میں نہیں استعمال کر رہا بلکہ اجتہاد کا لفظ میں ان معنوں میں بول رہا ہوں کہ آدمی اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے اپنے لیے نئی نئی راہیں نکال سکے اور ان راہوں پر چلنے کے لیے اپنے اندر عزم اور ہمت رکھتا ہو۔

جہاں ایک طرف یہ بات غلط ہے کہ ہم روایات کو اٹھا کر پیچھے پھینکتے جائیں اور نئی نئی روایات اختیار کرتے چلے جائیں وہاں یہ بات بھی غلط ہے کہ ہم اپنی ہی بنائی ہوئی روایات کے غلام ہو کر رہ جائیں اور ان کی زنجیروں میں قید ہو کر رہ جائیں۔ آپ محسوس کریں گے کہ اکثر آپ معمولی ضابطے بدلنے کے لیے، ایک اجتماع کا انداز اور طریقِ کار بدلنے کے لیے۔ اپنے اندر ہمت اور جرأت نہیں پاتے۔

یہ وہ اہم چیز ہے جس کے بارے میں آپ کو سوچنا اور غور کرنا چاہیے جب تک ہمارے اندر یہ صلاحیت نہ ہو کہ جو چیزیں ہم نے خود بنائی ہیں جو ہمارے اللہ اور رسولؐ نے ہمارے لیے ضروری نہیں قرار دی ہیں وہ جب تک ہمیں اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مفید نظر آئیں۔ ہم ان کو اختیار کیے رہیں۔ جب وہ غیر مفید نظر آئیں یا مضر نظر آئیں تو ان سے دامن جھٹک کر الگ ہونے میں ہمیں ایک لمحے کی جھجک [illegible] ہچکچاہٹ نہ ہو اور جب تک اجتہاد کی صلاحیت ہمارے اندر نہ ہو اس وقت تک یہ ممکن نہیں کہ ہم ہر دم زمانہ کے چیلنج کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہیں ——

—— تغیر اور تبدل کی جس روش کو مغرب نے اختیار کیا ہے میں اس کا مخالف ہوں اس لیے کہ زندگی کے اندر ثبات اور استحکام ہونا چاہیے لیکن ناقابلِ تغیر اصولوں اور طریقوں [illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

روشنی میں قابلِ تغیّر طریقوں میں حالات کے لحاظ سے تبدیلی کیئے بغیر کوئی جماعت یا کوئی گروہ دنیا کے اندر نہ ترقی کر سکتا ہے نہ کامیاب ہو سکتا ہے صحابہ کرامؓ کی ہی مثال اٹھا کر دیکھئیے مدینے کے چھوٹے سے معاشرے کے اندر جو مسائل درپیش تھے اور اس کے بعد جب ان کی سلطنت اٹلانٹک کے ساحل سے لے کر دریائے سندھ تک پھیل گئی اس وقت جن مسائل سے سامنا درپیش تھا، ان میں بڑا فرق تھا۔ اگر صحابہ کرامؓ اجتہاد کی صلاحیت نہ رکھتے اور اگر وہ اس پر مُصر رہتے کہ جس طرح شروع میں کام کر رہے تھے اسی طرح کام کرتے رہیں گے تو دنیا میں کبھی وہ تہذیب برپا نہ کر سکتے تھے جو آج چودہ سو سال کے بعد بھی کسی نہ کسی درجہ میں زندہ ہے۔ وہ تقلید کے غلام نہیں تھے وہ خدا کے غلام تھے۔ وہ رسولؐ کے پیرو تھے۔ وہ قرآن سے ایک قدم ہٹنے کو تیار نہیں تھے۔ وہ رسولؐ کی سُنّت کے متبع تھے لیکن ان کے علاوہ کوئی اور شئے ایسی نہیں تھی۔ جو انکے لیے سندِ حُجّت کا درجہ اختیار کرتی انہوں نے نئے طریقے اختیار کیے، مسائل میں اجتہاد کیا، جو کچھ تھا اُس پر نظرِ ثانی بھی کی اور خود بھی نئے طریقے ایجاد کیے اور اس طرح ان کی زندگی کا قافلہ رواں دواں ہوا اور رہا۔

آج دنیا میں ہر ملک میں اسلامی انقلاب کی منزل درپیش ہے۔ یہ منزل بہت دُور نہیں ہے۔ لیکن راستہ کٹھن ہے۔ یہ راستہ اجتہاد کی اس قوّت کے بغیر طے نہیں ہو سکتا اور یہ صلاحیت آپ کو اپنے اندر پیدا کرنا ہوگی۔ ضروری ہے کہ آپ غور و فکر کر کے اپنے لیے نئی راہیں نکالیں اور ساتھ ہی آپ کے اندر اتنی ہمّت اور جرأت ہو کہ آپ خود اپنی روایات کے پھندے سے آزاد ہو کر وہ کام کر سکیں اور اس طرح کر سکیں کہ وہ آپ کو اپنے مقصد سے قریب تر کر دے۔ یہ قوّتِ اجتہاد جب آپ کے اندر پیدا ہو گی، اس پابندی کے ساتھ کہ ہر لمحہ آپ قرآن اور سُنّت کی طرف رجوع کریں اور اس کی پیروی کریں اور جو بات خدا اور رسولؐ سے ثابت ہو جائے اس کے آگے آپ کا سر فوراً جھک جائے۔ تو پھر آپ کا چشمہ استعداد زمانہ کے باوجود صاف ہوتا چلا جائے گا۔ اس میں نیا خون آکر شامل ہو گا اور یہ کام روز بروز قوّت پکڑتا چلا جائے گا۔

جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا کہ میں بہت لمبی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ یہ چند باتیں ہیں جو میں نے تشکیل ذات اور تنظیم کے بارے میں آپ کے سامنے رکھی ہیں۔ اور میری آپ سے درخواست صرف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ سننے میں باتیں بہت آتی ہیں اور کانوں کو بھلی بھی لگتی ہیں۔ لیکن ایک اندازہ یہ ہے کہ آدمی جو باتیں سنتا ہے اُن کا ستر فیصد حصہ چوبیس گھنٹے کے اندر بھول جاتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی ایک بات کو بھی آپ کے لیے نفع بخش بنا دے اور آپ کو ان کاموں کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے جو پاکستان میں اسلامی انقلاب کے لیے اساتذہ کو سرانجام دینا ہیں اور جن کے متعلق دوسری تقریر میں کچھ عرض کروں گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِحیائے اِسلام اور تعلیم

آیئے سب سے پہلے ہم نذرانۂ شکر اُس ذاتِ پاک کی بارگاہ میں پیش کریں جس نے ہم کو پیدا کیا، بیان کی قوّت دی، قلم کے ذریعہ تعلیم دی، وہ سکھایا جو ہم جانتے نہیں تھے اور جان بھی نہ سکتے تھے۔ اور ہدیۂ درُود و سلام اُس ہستی کی خدمت میں جس نے تعلیم اور تزکیہ کے ذریعہ ایک ایسا انسان پیدا کیا اور ایک ایسی نئی اُمّت برپا کی کہ جس کی مثال انسان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

تعلیم کا مقام :

غارِ حرا میں جب نُور کی پہلی کرن داخل ہوئی تو اِقرأ کا پیغام لے کر آئی۔ تعلیم اور قلم کا احسان یاد دلایا اور دونوں کا رشتہ خالق کے ذکر سے جوڑا۔ اسلام میں تعلیم کا جو مقام ہے اُس کے لیے اِس سے بڑی کیا شہادت ہو سکتی ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کارِ نبوّت میں سب سے اہم فرائض تلاوتِ آیات، تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیۂ نفوس قرار دیئے گئے اور آپؐ نے اس بات پر فخر کا اظہار فرمایا کہ آپؐ معلّم بنا کر بھیجے گئے۔ یہ تعلیم کا عمل ہی تھا کہ جس کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے وہ اُمّت برپا کی جس نے آپ کے بعد سو سال بھی نہ گزرے تھے کہ دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک نئی تہذیب اور ایک نئے تمدّن کے چراغ روشن کر دیئے۔ یہ آپؐ کی تعلیم کا ہی فیض تھا جس نے انسانیت کا پلڑا موت سے زندگی کی طرف جُھکا دیا۔ یہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اسی تعلیم، اسی تزکیہ اور اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ آج بھی جکارتہ سے لے کر واشنگٹن تک ہر مسلمان بے قرار اور بے چین ہے تو صرف اس لیے کہ اپنی زندگی کی تشکیلِ نو اسلام کے مطابق کرے۔ اس کا سینہ ایک ہی تمنّا اور ایک ہی آرزو کی آماجگاہ بنا ہُوا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اب جب کہ وہ آزادی کا سانس لے رہا ہے تو اس کا پُورا معاشرہ اور اس کا ہر فرد، بچہ، نوجوان، عورت اور مرد، سب اپنی زندگی انہی اصُولوں کے مطابق تعمیر کریں جن اصُولوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم کی بنیاد بنایا تھا۔

احیائے اسلام

آج کا یہ دَور احیائے اسلام کا دَور ہے۔ یہ اُس تحریک کا دور ہے جو تحریکِ اسلامی کے نام سے دُنیا بھر میں معروف ہے اور جو اَب ہر جگہ اور زندگی کے ہر دائرے میں پیش رفت کرنے کی جدّوجہد کر رہی ہے۔ اِس پیش قدمی میں ہر مقام پر اور ہر دائرے میں وہ کشمکش سے دوچار ہے اس کو اہم اور نازک مسائل کا سامنا ہے۔ کہیں اس کو ہزیمت بھی اٹھانا پڑتی ہے کہیں وہ فتح سے بھی ہمکنار ہوتی ہے۔ بہرحال اَب یہ ایک ایسی رَو ہے جو کسی کے مٹائے مٹ نہیں سکتی اور جس سے کوئی آنکھوں کا اندھا ہی صرفِ نظر کر سکتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اس تحریک کے لیے، اس پیغام کے لیے اور اس روشنی کے لیے دُنیا تڑپ رہی ہے جو مُسلمان کے پاس ہے۔ اگر مُسلمان ایک دفعہ پھر تلاوتِ آیات، تعلیمِ کتاب و حکمت اور تزکیہ و تربیت کے ذریعہ اس روشنی سے اپنی زندگی اُجاگر کرلے تو پھر دُنیا اس کے پیچھے اسی طرح دوڑتی چلی آئے گی، شہر اس کے لیے اپنے دروازے اسی طرح کھول دیں گے اور انسانوں کے دل اس کے لیے اسی طرح مسخّر ہو جائیں گے جس طرح کہ آج سے چودہ سو سال پہلے ہُوئے تھے۔

تعلیم کا محاذ

اِحیائے اسلام کی اس تحریک کو، جو آج دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سرگرم عمل ہے، بہت سارے مورچوں اور مختلف محاذوں پر مقابلہ کرنا ہے اور آگے بڑھنا ہے لیکن ایک مغربی مُصنّف کے الفاظ میں احیائے اسلام کی اس تحریک کے لئے، جس کو وہ خود MILITANT ISLAM (متحارب اسلام) کے نام سے پکارتا ہے، "اصل میدانِ جنگ اسکول کا وہ کمرہ ہے جہاں اسے اپنی فکر اور اپنی رُوح کی بازیابی کا معرکہ درپیش ہے۔۔۔ بظاہر ایسے معمولی معمولی کام جیسے نئی کتابوں کی تیاری، نئے نصابِ تعلیم کی تدوین، اساتذہ کی تربیت بالآخر شاید ان جنگوں سے زیادہ اہم اور دیرپا اثرات کے حامل ثابت ہوں کہ جو گلیوں اور سڑکوں میں لڑی جا چ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں ——"

یہ ہے احیائے اسلام کی جدّوجہد میں نظامِ تعلیم کے محاذ کی وہ اہمیت جو غیروں کی نگاہ سے بھی اوجھل نہیں، اور جس کے پیشِ نظر میں آج اس موضوع پر آپ کو اپنے خیالات میں شریک کرنا چاہتا ہوں کہ ایک اُستاد کا اِس میدان میں کیا مقام ہے وہ کیا حصہ اور کیا کردار ادا کر سکتا ہے۔

مغرب کا تعلیمی حملہ

لیکن اس سے پہلے کہ اِس محاذ پر جو کام اُستاد کو کرنا ہے۔ اُس پر ہم گفتگو کریں، مَیں چاہتا ہوں کہ ہم مختصراً یہ جان لیں کہ مغرب نے جو حملہ اسلام پر تعلیم کے ذریعہ کیا، وہ کیا تھا اور کتنا مؤثر اور کارگر تھا۔

میں پھر اسی مغربی مُصنّف کے الفاظ میں کہوں گا کہ اگرچہ مغرب نے سیاسی حملہ بھی کیا اور دُنیائے اسلام پر غلبہ حاصل کر لیا لیکن مسلمان نے اس کی بھرپور مزاحمت کی اور بالآخر سیاسی آزادی حاصل کر لی اور اگرچہ مغرب مشنری کا دام بھی لے کر آیا اور اس میں مسلمان کو پھنسانے کی پوری کوشش کی لیکن مسلمان اِس جال میں بھی گرفتار نہ ہو سکا۔

لیکن ایک دائرہ تھا تعلیم کا دائرہ —— جہاں مغربی تسلّط نے مُسلم سوسائٹی پر کاری ضرب لگائی۔ کیونکہ اس دائرے میں بیرونی آقاؤں نے حیرت انگیز یک جہتی اور غیر معمولی مقصدیت اور استقامت کے ساتھ اس بات کی بھرپور اور کامیاب کوشش کی کہ مسلمانوں کو کم سے کم تعلیم دی جائے اور جب دینا ہی پڑے تو غلط قسم کی تعلیم دی جائے۔ ایسی تعلیم جو مسلم ملّت کی رُوح میں تفرقی اور انتشار پیدا کر دے۔ گویا تعلیم کا نظام وہ حربہ تھا جس نے بالآخر مسلمان کو شکار کر لیا اور تعلیم کا جال وہ جال تھا جس میں مسلمان کی رُوح پھڑپھڑا کر رہ گئی، اور اس کا ذہن غلام بن کر رہ گیا۔

ذرا مغرب کے حملے کی تاثیر اور کارگری کا اندازہ لگائیے۔

۱۔ یہ تعلیم کا نظام تھا جس کے ذریعہ مغرب اس بات میں کامیاب ہُوا کہ سیاسی طور پر رخصت ہو جانے، سماجی طور پر اپنا اقتدار چھوڑ دینے اور مشن کے ذریعہ مسلم کو غیر مسلم بنانے میں ناکام ہونے کے باوجود وہ اس کے دل و دماغ پر اپنا تسلّط چھوڑ گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِدھر مُسلمان کے اپنے عقائد و تصورات ، اقدار و روایات اور تہذیب و ثقافت کا نظام درہم برہم ہُوا ، کمزور ہُوا ، اس کی جڑیں کھوکھلی ہوئیں ، ایک رُوحانی نظریاتی اور ثقافتی خلا پیدا ہوا اُدھر قوم پرستی مُسلمان کا دین ٹھہرا لادینیت اس کا شعار تو ارباب معاشی خوشحالی مقصد زندگی بنی ٹیکنالوجی کی جستجو حاصل حیات بنی جو الہامی ہدایت کا امین اور وارث تھا ، اس نے بھی زندگی کی شاہراہ پر خدا سے بے نیازی اور انسان کی بالاتری اور خودکفالتی کی روشنی میں سفر شروع کر دیا ۔ اور آگے بڑھ کر ہر اس بات پر لبیک کہا جس کی طرف اس کو مغرب نے دعوت دی ۔

۲ - مغربی نظام تعلیم نے مسلمان کی رُوح کو پھاڑ دیا اور اس کی انفرادی و اجتماعی شخصیت کو چھید دیا منتشر کر دیا ۔ ایک طرف اس کے عقائد تھے ، اس کی روایات تھیں ، اس کا ماضی تھا ، اس کی تاریخ تھی ، اس کی وہ محبت تھی جو اس کو اپنے دین سے ، اپنی کتاب سے ، اپنے رسُول سے تھی ۔ اس کی وہ جڑیں تھیں جو اسلام میں پیوست تھیں ، اس کی وہ اُمنگیں اور مقاصد تھے جن کا محور و مرکز اسلام تھا اور دوسری طرف مغربی تہذیب نے اپنے نظام تعلیم کے ذریعہ اس کی آنکھیں چکا چوند کر دیں ، اپنی صناعی سے جھوٹے نگوں کو ہیرا بنا دکھایا ۔ نتیجہ یہ کہ مسلمان پریشان اور حیران ہو کر رہ گیا کہ وہ کس راستے پر جائے اور کس راستے پر نہ جائے ۔

۳ - جب مغربی تہذیب نے مُسلم دنیا پر اپنا تسلّط قائم کیا تو بات یہ نہ تھی کہ ہم تعلیم سے بے بہرہ تھے یا یہ کہ ہم جاہل تھے ، اَن پڑھ تھے ۔ لیکن اس نے آ کر سب سے پہلا قدم یہ اُٹھایا کہ ہمارے اس وسیع نظام تعلیم کو غیر مؤثر اور کمزور کر کے بالآخر بیجان کر دیا جو ہر مسلمان ملک میں گاؤں گاؤں بستی دیہات میں پھیلا ہُوا تھا اور جس کے ذریعہ مسلمانوں میں تعلیم عام تھی اور تقریباً ہر مسلمان پڑھا لکھا تھا ۔

ہمارے روایتی نظام تعلیم سے محروم کرنے کے بعد مغرب نے یہ نہیں کیا کہ اسی پیمانے پر کوئی متبادل اور اچھا مغربی نظام تعلیم فراہم کیا ہو بلکہ اس نے دو اور کاری ضربیں لگائیں ۔ ایک طرف ایک محدود اور نامکمل مغربی نظام تعلیم درآمد کیا جو ہر لحاظ سے نہ صرف مسلمان کے لیے اجنبی تھا بلکہ اس کی اقدار اور روایات کی جڑیں کھوکھلی کرنے والا تھا اور دوسری طرف ایک بیرونی اور مغربی زبان کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

17447

www.KitaboSunnat.com

ذریعۂ تعلیم قرار دیا۔ وجہ یہ نہ تھی کہ ہمارا نظام پرانا ہو چکا تھا اور ہمیں جدید تعلیم سے بہرہ ور کرنا مقصود تھا۔ مقصد یہ بھی نہ تھا کہ تعلیم کو عام کیا جائے بلکہ یہ تھا کہ تعلیم کمیاب اور نایاب ہو کر رہ جائے جس سے بس ایک محدود تعداد ہی فائدہ اٹھا سکے۔ صرف اتنی تعداد کو تعلیم دی جائے جو تسلط کی مشینری کو چلانے کے لیے ضروری ہو اور صرف اس حد تک تعلیم جو اس مشینری کی نچلی سطح تک کے لیے کل پُرزے فراہم کر دے۔ گویا پیشِ نظر صرف یہ نہ تھا کہ غلط تعلیم دی جائے بلکہ یہ تھا کہ تعلیم سے محروم بھی کر دیا جائے۔

اسی طرح اسلامی اقدار تو خطرناک تھیں ہی اور ان کا استیصال مطلوب، ایک بڑا مقصد یہ حاصل ہُوا کہ بیک قلم جو پڑھے لکھے تھے وہ ان پڑھ بھی ٹھہرے۔ جو عالم تھے اور تعلیم یافتہ شمار ہوتے تھے جاہل اور غیر مہذب بن پائے۔ سارے لٹریچر اور ساری روایات سے رابطہ کٹ گیا۔ پھر نہ صرف تعلیم کو کمیاب اور نایاب کیا گیا بلکہ ایک مغربی نظام تعلیم مسلط کرنے کے باوجود اس بات کا بھی پورا اہتمام کیا گیا کہ کہیں واقعی صحیح معنوں میں اس معیار کے تعلیم یافتہ لوگ پیدا نہ ہو جائیں جس معیار کے مغرب میں پیدا ہو رہے تھے۔ جو اسی طرح قابل اور ماہر ہوں جس طرح کہ مغرب میں تھے۔ کوشش یہ تھی کہ نہ ہم مسلمان رہیں اور نہ ہم فکری، عملی اور علمی طور پر مغرب کے معیار تک پہنچ سکیں۔ اس لیے کہ اسی مغربی مصنف کے الفاظ میں "یہ بھی کوئی کم خطرناک نہ ہوتا"

FOR THAT TOO WOULD HAVE BEEN DANGEROUS

اگر مسلمان مسلمان نہ رہتا اور مغرب کی طرح کا فرن جاتا لیکن مغرب کے علمی و فکری معیار تک ہی پہنچ جاتا تو بھی شاید کچھ بھلا ہوتا لیکن مغرب یہ بڑا خطرہ مول لینے کے لیے بھی تیار نہ تھا۔

د۔ اس سے بھی بدتر انجام یہ ہُوا کہ ایک طرف اخلاق و اقدار کا ضیاع ہُوا، بدن سے رُوح رخصت ہوئی اور ضمیر مُردہ ہو گیا اور دوسری طرف ہاتھ میں روٹی بھی نہ آئی۔ اقبال کے الفاظ میں ؎

بایں مکتب بایں دانش چہ نازی
کہ ناں درکف نہ دادو جاں نہ تن بُرد

معاش کے بہانے مغربی نظام تعلیم کے پیچھے دوڑے لیکن نہ معاشی ترقی ہاتھ لگی نہ سائنس اور ٹیکنالوجی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لی برتری حصہ میں آئی اور دوسری طرف وہ جان اور وہ رُوح جو اس ملّتِ اسلامیہ کی زندگی کی اصل ضامن تھی وہ بھی تن سے رخصت ہو گئی ۔ بلکہ معاش تو کیا ہاتھ آتی ، صرف فکرِ معاش مقدر بن کر رہ گئی ۔

عصرِ حاضر ہے ملک الموت تیرا جس نے
قبض کی رُوح تری دے کے تجھے فکرِ معاش

بابو گیری کے چکر میں ، منشی گیری کے چکر میں مسلمان قوم کے وہ ذہین نوجوان جن کو اللہ نے اس مشن پر مامور کیا تھا کہ وہ ساری دُنیا کے ہادی بنیں اور ساری دُنیا کو ایک نئے انقلاب کی طرف دعوت دیں ، ایسے اُلجھے کہ ڈگری کا کاغذ ہاتھ میں لیے سڑکوں اور دفتروں کے چکر میں پھنس کر رہ گئے ۔

عصرِ حاضر کا چیلنج

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے مغرب کے تعلیمی حملے کا پس منظر جس میں مسلم اُمت اپنی تاریخ کے ایک عظیم چیلنج سے دوچار ہے ۔ اِس چیلنج کی حقیقت یہ ہے کہ ایک طرف چار سو سال کے بعد اب جبکہ مسلمان جاگا ہے تو وہ دیکھ رہا ہے کہ جس دُنیا میں وہ سانس لے رہا ہے وہ اس کی بنائی ہُوئی نہیں ہے ۔ یہاں جو نظریات غالب ہیں وہ اس کے نظریات نہیں ہیں ۔ یہاں جو ادارے قائم ہو چکے ہیں وہ اس کے بنائے ہوئے ادارے نہیں ہیں ۔ یہاں خیالات کی جو لہریں دوڑ رہی ہیں وہ اس کی دوڑائی ہوئی لہریں نہیں ہیں ۔ آج سے ہزار سال پہلے وہ دنیا کے اُوپر غالب تھا اور جو کچھ وہ کہتا تھا وہی تہذیب و تمدن کی بات سمجھی جاتی تھی ۔ لیکن آج وہ پسماندہ ، غیر مہذب اور جاہل ٹھہرا اور اب اس اجنبی بلکہ مخالف دُنیا میں اس کو اپنے عقائد و تصوّرات کے مطابق اپنی ایک نئی دنیا تعمیر کرنا ہے ۔ یہ کوئی آسان کام نہیں بلکہ بڑے نازک اور مشکل مسائل حل کرنے کا متقاضی ہے ۔ دوسری طرف سیاسی طور پر آزاد ہونے کے باوجود جب وہ اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ اپنی زندگی کی تشکیلِ نو اسلام کے اصُولوں کے مطابق کرے تو ساری دنیا کو اپنی مخالفت پر کمربستہ پاتا ہے ۔ سازشوں کا ایک جال ہے جس کا اسے مقابلہ کرنا پڑتا ہے ۔ کہیں تنگ نظر اور وحشی ٹھہرایا جاتا ہے ۔ کہیں مُلّا کی گالی سے نوازا جاتا اور یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ قرونِ وُسطیٰ کی تاریکیوں میں دوبارہ واپس جانا چاہتا ہے ۔ یہ وہ چیلنج ہے جسے مَیں سمجھتا ہوں کہ ملّتِ اسلامیہ کی تاریخ کا سب سے بڑا چیلنج ہے ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ بات ہمارے لیے خوشی کا باعث ہے کہ باوجود مغرب کی ساری کوششوں کے جو اس اُمت کو اپنے مقصد سے اور اپنے اصلی مشن سے دُور کرنے کے لیے کی گئی ہیں اور باوجود اس کی ساری مخالفتوں کے دُنیا کے ایک گوشے سے لے کر دوسرے گوشے تک مسلمان کی رُوح اپنی اصل منزل کی طرف ہی دوڑ پڑنے کے لیے مُضطرب اور رواں ہے۔ اس کے نتیجے میں جو لوگ اسلام کو اپنا مقصدِ زندگی قرار دے چکے ہیں، خواہ وہ دنیا کے کسی گوشے میں بستے ہوں، انہوں نے اسلام کو دُنیا میں غالب کرنے کے لیے بہت سارے اقدام کیے ہیں اور بے شمار محاذوں پر اور میدانوں میں جدّوجہد کی ہے۔ جدّوجہد کا یہ عمل سیاسی بھی رہا ہے معاشرتی بھی، اخلاقی بھی اور تعلیمی بھی۔

تعلیم کے میدان میں ہماری ایک کوشش یہ بھی رہی ہے کہ حکومت کے اقدامات کے ذریعہ نظامِ تعلیم بدلے اور وہ نظامِ تعلیم نافذ ہو سکے جس کے ذریعہ ہماری نئی نسل اپنی اَقدار و روایات سے روشناس ہو اور ان کی حامل بنے۔ انہی روایات، عقائد اور نظریات کی امین اور پیغامبر بن کر پروان چڑھے۔ لیکن اس معاملے میں ہماری بڑی بدقسمتی یہ ہوئی کہ مغرب نے نہ صرف یہ کہ ہم کو تعلیم سے محروم کیا بلکہ ہم پر اپنا تعلیمی نظام مُسلط کر کے ایک ایسا محدُود طبقہ پیدا کیا جو خود اپنوں کے درمیان اجنبی ہے۔ نہ وہ مغربی قیادتوں کی سی صلاحیت کا حامل ہے کہ اپنی مسلمان قوموں کو دُنیا کی ترقی کی راہوں پر آگے لے جا سکے۔ نہ اس میں اس بات کی صلاحیت ہے کہ اسلام کی راہ پر ان کی قیادت کر سکے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اپنی تربیت، اپنی تعلیم، اپنے اَفکار اور اپنے طرزِ زندگی کی بنا پر خود اپنی ثقافت میں اور اپنے ملک میں بیگانہ ہے۔ وہ اپنے عوام سے بیزار اور عاجز ہے جو اسلام کا دامن چھوڑنے کے لیے تیار نہیں اور عوام اس سے بیزار و عاجز ہیں۔ سندباد جہازی کے پیرِ تسمہ پا کی طرح وہ عوام کی گردنوں پر سوار ہے۔ عوام سے چھٹکارا حاصل کرے تو قیادت ہاتھ سے جاتی ہے اور اگر سوار رہے تو لوگ اسلام پر چلنے کے لیے مجبُور کرتے ہیں۔ یہ ہے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلم قیادتوں کا حال۔

اساتذہ کے لیے دعوتِ انقلاب

ظاہر ہے کہ یہ قیادتیں اس اہلیت سے بالکل عاری ہیں کہ مسلمانوں کو مغرب کے مُسلط کردہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نظامِ تعلیم سے نجات دلا کر ایک نیا نظامِ تعلیم دے سکیں۔ اور ان حالات میں نظامِ تعلیم کے محاذ پر جو احیائے اسلام کی تحریک میں بڑا ہی اہم اور بڑا ہی نازک محاذ ہے، سب سے اہم کردار اگر کوئی ادا کر سکتا ہے تو وہ اُستاد ہے۔ اسی لیے میں اپنے اساتذہ بھائیوں اور بہنوں سے خطاب کرتے ہوئے آج وہ باتیں ان کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جن کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ ان کے ذریعہ حکمرانوں کی ناپسندیدگی، نااہلی اور ناکامی کے باوجود وہ اپنے اپنے ملک میں تعلیم کو اس حد تک اسلامی تقاصد کے سانچہ میں ڈھال سکتے ہیں کہ اسلامی انقلاب کی منزل قریب تر آسکے۔

میں آپ کو یہ دعوتِ انقلاب دیتا ہوں کہ آپ خود آگے بڑھ کر اسلامی تعلیم کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیں اور تعلیم کے پورے نظام پر قبضہ کر کے اس کا رُخ اسلام کی طرف پھیر دیں۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کسی کی طرف نہ دیکھیں، کسی کی طرف نگاہ نہ اٹھائیں۔ آپ اُستاد ہیں اور تعلیم کے پورے نظام کا مرکز و محور آپ ہیں۔ شاگرد آپ کے پاس آتا ہے۔ آپ اس کو جو چاہیں بنائیں۔ اسکول آپ کا ہے۔ آپ اس کو جس طرح چاہیں چلائیں۔ نصاب کی کتابیں آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ آپ جس طرح چاہیں پڑھائیں۔ پڑھانے آپ ہیں آپ جو چاہیں پڑھائیں۔ آپ اگر اپنی اہمیت اور ذمہ داری محسوس کر لیں۔ آپ کو اگر اپنے مقام سے آگہی ہو۔ آپ کو اگر شعور و احساس ہو کہ اسلامی انقلاب کے لیے تعلیم کے میدان میں کرنا کیا ہے تو آپ آنے والی نسل کی بے پناہ قوتوں کو اسلام کے لیے مسخر کر سکتے ہیں۔

میری نظر میں یہ تعلیمی عمل احیائے اسلام کے لیے سیاسی عمل سے کچھ کم اہم نہیں ہے بلکہ اس بات کے لیے کہ سیاسی عمل کامیاب ہو، بارآور ہو اور کامیابی کے بعد استحکام کی طرف آگے بڑھ سکے، یہ تعلیمی عمل بے انتہا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک وہ نسل تیار نہیں ہوگی جو ملک میں سیاسی عمل کے نتیجہ میں آنے والے احیائے اسلام کے انقلاب کو کامیابی سے ایک مستحکم اسلامی نظام میں تبدیل کر دے، اس وقت تک اس بات کا امکان بہت کم ہے کہ کوئی سیاسی عمل بالآخر اپنے نتیجے تک پہنچ سکے۔ میں سیاسی عمل کی اہمیت کو کم نہیں کرنا چاہتا اور میں کہتا ہوں کہ گلی کوچوں کی لڑائی بھی ضروری ہے معاشرہ میں قیادت اور اقتدار کی لڑائی بھی ضروری ہے لیکن اس نوجوان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ذہن اور رُوح کے میدانِ جنگ کوتی کم اہم نہیں ہیں جو آپ کے پاس حصُولِ تعلیم کے لیے آتا ہے۔ اگر آپ نے اس کو مسخر کرلیا تو گویا آپ نے ملّتِ اسلامیہ کو اسلامی انقلاب اور احیائے اسلام کے راستے پر لگا دیا۔ اگر آپ نے اس کو کھو دیا تو کوئی دوسرا عمل پھر اس ضیاع اور نقصان کا مداوا نہیں ہوسکتا۔

اس پہلو پر اگر آپ غور کریں تو آپ محسوس کریں گے کہ پچھلے کئی سالوں میں ہم نے باتیں بہت کی ہیں، لیکن کام کم کیا ہے۔ آپ میری اس تلخ نوائی کو معاف کریں لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ ایک ایک اُستاد اپنے مقام پر اسلامی نظامِ تعلیم کے لیے جو کچھ کرسکتا تھا وہ پُوری طرح کرنے سے قاصر رہا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حکومتوں نے اپنا کام نہیں کیا۔ یہ بھی صحیح ہے کہ حکمران اپنے فرض کی ادائیگی میں ناکام رہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے حکمرانوں کا پیچھا چھوڑ دیں یا اُن پر دباؤ کم کردیں، لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ کلاس رُوم میں بیٹھنے والا اُستاد، ٹیکسٹ بک پڑھانے والا اُستاد، شاگرد سے تعلق رکھنے والا اُستاد، اگر اپنے مقام سے آگاہ ہوتا اور یہ جانتا کہ اس کے ہاتھ میں کتنی بڑی قوّت ہے جس کو صرف استعمال کرنے کی دیر ہے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ آج مسلم دُنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک وہ نسل تیار نہ ہوتی جو کامیابی کے ساتھ اسلام کے احیاء کے عمل کو آگے بڑھاتی۔

اُستاد کے چار میدانِ عمل

میرے خیال میں اُستاد کے لیے چار میدان ہیں جن میں اس کو اپنا مقام پہچاننا ہے اور اپنا کام کرنا ہے۔ ایک اس کی اپنی ذات ہے۔ ایک اس کا علم ہے۔ ایک اس کا شاگرد ہے۔ ایک اس کی تعلیم کا عمل ہے۔ میں تشکیلِ ذات کے بارے میں گفتگو پہلے کرچکا ہوں۔ اس وقت باقی تین اُمور کے بارہ میں گفتگو کروں گا۔ ایک علم۔ دوسرے شاگرد، تیسرے تعلیم۔

اسلامی نظامِ تعلیم کی اہم خصوصیات

ان تینوں گوشوں سے جو ذمہ داریاں آپ کے اُوپر آتی ہیں ان کو پُوری طرح سمجھنے کے لیے ہمارے لیے ایک مختصر سا جائزہ اس بات کا بھی ضروری ہے کہ اسلامی نظامِ تعلیم کی اہم خصوصیات کیا ہیں۔

پہلی بات یہ کہ اسلام میں غارِ حرا کی پہلی وحی سے لے کر نبوّت اور رسالت کے فرائض کے تعیّن تک ہر جگہ تعلیم اور تزکیہ کو سب سے زیادہ اہم قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے یہ تعلیم صرف اِس بات تک محدود

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہ تھی کہ انسان کو چند معلومات فراہم کر دی جائیں، بلکہ اس تعلیم کا پہلا مقصد یہ تھا اور یہی اسلام میں ہمیشہ تعلیم کا بنیادی مقصد رہا ہے کہ انسان کو اپنی تخلیق کے بنیادی مقصد اور کائنات میں اپنے مقام کا شعور ہو۔ اس مقصد کی جستجو اور تکمیل کی آرزو اور تمنا پیدا ہو اور اسی کی مناسبت سے شخصیت کی تعمیر ہو۔ جو نظامِ تعلیم انسان کا رشتہ عبودیت اپنے خالق سے نہ جوڑے۔ اسے رسالت کے تابع نہ بنائے۔ اس میں آخرت کی جواب دہی کا احساس نہ پیدا کرے، اس کا تعلق دوسرے انسان سے عدل کی بنیاد پر قائم نہ کرے وہ اسلامی نظامِ تعلیم نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات یہ کہ اسلامی نظامِ تعلیم میں زندگی کبھی دو یا زیادہ حصّوں میں بٹی نہیں رہی بلکہ یہ ہمیشہ ایک وحدت رہی۔ رُوح، فکر، اخلاق، عمل، ٹیکنالوجی سب تفرقے اور انتشار کے بجائے ایک مرکز کے گرد ایک رشتہ وحدت میں منسلک رہے۔ اسی طرح اس میں کبھی دین و دنیا کی تفریق بھی نہیں رہی۔

تیسری بات یہ کہ اس نظام میں ہمیشہ اَقدار کو بالاتری حاصل رہی ہے۔ اور ٹیکنالوجی اور سائنس نے اعلیٰ اخلاقی، ایمانی اور رُوحانی اَقدار کی بالادستی کو قبول کیا ہے۔

چوتھی بات یہ کہ علم کو معاش کے ساتھ کبھی نہیں باندھا گیا۔ یہ لعنت ہم نے مغربی تہذیب سے ورثہ میں پائی ہے جہاں تحصیلِ علم کا منتہا معاش بن کر رہ گیا ہے۔ اسلام میں علم، علم کی خاطر ہے۔ علم تعمیرِ شخصیت کی خاطر ہے۔ علم خود آگاہی کی خاطر ہے۔ علم مقصدِ زندگی اور آرزوئے دل کی خاطر ہے۔ علم رُوح کی پاکیزگی، اخلاق کی بلندی اور کردار کی تعمیر کے لیے ہے۔ صرف وسیلہ معاش نہیں ہے، صرف فکرِ معاش کے لیے نہیں ہے۔

پانچویں بات یہ کہ رُوح اور اخلاقی اَقدار کی بالادستی کے باوجود تسخیرِ کائنات اور کارِ دُنیا بہترین طریقے سے انجام دینے کی اَقدار بھی پُوری شدّت کے ساتھ فکر و مزاج کا حصّہ رہی ہیں۔

چھٹی بات یہ کہ اسلام میں تعلیم ایسی نعمت رہی ہے جو ہمیشہ مفت تھی۔ ہمارے ہاں جابر بادشاہ بھی رہے، ہمارے ہاں ظالم حکمران بھی ہُوئے۔ ہمارے تنزّل اور انحطاط کے دَور بھی آئے۔ ہم اقتصادی طور پر خستہ حالی بھی رہے ہیں لیکن ہم نے یہ کبھی نہ سوچا کہ تعلیم بھی ایک ایسی چیز ہے جس کی فراہمی کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیے پیسہ لیا جا سکتا ہے، جس کے لیے فیس وصول کی جا سکتی ہے۔

یہ وہ خصوصیات ہیں جو تعلیم کے میدان میں ہمارا اشعار رہی ہیں اور ان کو سامنے رکھ کر میں اپنے اساتذہ بھائیوں اور بہنوں سے وہ باتیں کہنا چاہتا ہوں جو علم، شاگرد اور تعلیم کے ناطے ان سے فکر و عمل کی طالب ہیں۔

اُستاد اور علم

۱۔ اعلیٰ علمی معیار

علم کے تعلق سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ میں سے ہر شخص کسی نہ کسی سطح پر علم کے کسی ایک شعبے سے متعلق ہے اور اس شعبے میں تحقیق، تخلیق اور اسکالرشپ کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار قائم کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ یہ شعبہ خواہ طبیعیاتی سائنس کا ہو یا سوشل سائنس کا، فلسفہ کا ہو یا تاریخ کا، آپ یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان سارے عُلوم کے دائرے میں مسلمان کی کم مائگی انتہا کو پہنچی ہوتی ہے۔ آج آپ دُنیا کی کسی لائبریری کا رُخ کریں، دُنیا کی کسی یونیورسٹی میں چلے جائیں آپ کو کسی علم میں، کسی فن میں مسلمان اسکالر کی کوئی کتاب یا مسلمان ملک کا کوئی ایسا رسالہ مشکل سے ہی ملے گا جس کو لوگ اس لیے دیکھیں کہ اس میں کوئی نئے انکشافات ہوں گے، نئی تحقیقات ہوں گی یا نئے تخلیقی خیالات پیش کیے گئے ہوں گے۔ ممکن ہے اس میں کچھ دخل تعصب اور دشمنی کو بھی ہو لیکن بڑی حد تک یہ نتیجہ ہے ہماری علمی کم مائگی کا۔ آج مسلم دنیا میں ہمارے پاس ہزاروں اساتذہ ہیں جن میں پی۔ ایچ۔ ڈی بھی ہیں، ماسٹر بھی ہیں، گریجوایٹ بھی ہیں، جو علم کے کسی نہ کسی شعبے سے متعلق ہیں اور اس کی تعلیم و تدریس پر مامور ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ہاں علمی کام کی مقدار بھی بہت کم ہے اور معیار بھی کچھ بہت اونچا نہیں۔

ممکن ہے آپ وسائل و ذرائع کی کمی، سہولتوں کے فقدان، اقتصادی خستہ حالی اور ہمت افزائی سے محرومی کا گلہ کریں لیکن اس علمی کام کے لیے سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے وہ تخلیقی صلاحیت، غور و فکر اور گہری نظر ہے اور یہ چیز وہ نہیں ہے کہ جو کم سے کم کئی شعبہائے علم میں، صرف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لائبریری اور وسائل و ذرائع کی محتاج ہو۔ اس کے لیے اپنے علم سے دل کا لگاؤ درکار ہے۔ دلچسپی کی ضرورت ہے۔ ذوق و شوق چاہیے۔ اس کے لیے رات کی وہ گھڑیاں بھی درکار ہیں اور دن کے وہ لمحات بھی، جب آپ اپنے آپ علمی موضوعات پر غور کریں، تحقیق کریں، تخلیق کریں۔ بحث، گفتگو اور تحریر سے ان کو جلا دیں۔

جب تک آپ کو خود اپنے علم سے ایسی گہری دلچسپی نہ ہو اور آپ کے لیے علم صرف ذریعہ معاش نہ ہو۔ نصاب کے نوٹس بنا لینے کا نام نہ ہو، ٹیکسٹ بک کو پڑھا دینے کا ذریعہ نہ ہو۔ شاگرد کے ذہن میں چند سوالات کے جوابات بٹھا دینا نہ ہو۔ بلکہ آپ اس بات کو سمجھیں کہ مسلمان کی حیثیت سے یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ اس علم کے میدان میں جس کو پڑھانے پر آپ مامور ہیں نئی نئی راہیں کھولیں۔ سوچ اور غور و فکر کے ذریعہ مسائل حل کریں تو پھر آپ دیکھیں گے کہ اس لگن، محنت اور غور و فکر کے نتیجہ میں آپ کی صفوں میں سے بے شمار ایسے لوگ نکل سکتے ہیں جو علمی طور پر دُنیا میں اعلیٰ مقام حاصل کریں اور اپنے علم کا معیار بھی اُونچا کریں۔

۲۔ تنقید اور اجتہاد

دوسری چیز جو آپ کو سامنے رکھنی ہے وہ یہ کہ اعلیٰ علمی معیار اور تخلیقی صلاحیت کے ساتھ ساتھ آپ کو اپنے اندر تنقید، اجتہاد اور جدّتِ فکر کی صلاحیت بھی پیدا کرنی ہوگی۔ دُنیا میں ہر علم میں مسلسل وسعت اور ترقی ہو رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم ابھی تک پچاس سال پُرانی معلومات پر مبنی نصابی کتب پڑھا رہے ہوں لیکن اب جبکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم نے یہ بیڑہ اٹھایا ہے کہ ملّتِ اسلامیہ کی تشکیلِ نَو اسلامی اصُولوں کے مطابق کریں تو ہمیں آگے بڑھ کر ہر علم کی قیادت سنبھالنا ہوگی۔ مغرب کے بوسیدہ مفروضات اور اصُولوں کو ڈھانا ہوگا اور ہر شعبۂ علم میں نئی اجتہادی بنیادیں قائم کرنا ہونگی۔ علمی طور پر ہمیں مغرب کے علمی چیلنج کا صرف مقابلہ ہی نہیں کرنا بلکہ ایک طرف ایسا زلزلہ لانا ہے کہ مغرب کے علم کی بنیادیں ہل جائیں وہ بنیادیں جو عملی زندگی سے خدا کے اخراج، رسالت سے استغنا، وحی سے اِعراض اور انسانی عقل کو سب کچھ مان لینے پر قائم ہیں۔ دوسری طرف انتہائی محکم دلائل کے ساتھ، پوُری قوُت کے ساتھ ان علوم کو ان نئی بنیادوں پر قائم کرنا ہے جو اسلام نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دی ہیں۔اقبال کے الفاظ میں ؂

دُنیا کو ہے اُس مہدئ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار

جو عالمِ افکار مغرب نے تعمیر کیا ہے اس کو مٹانے کے لیے آج جس مہدی کی ضرورت ہے وہ مہدی آپ میں سے ہر ایک بن سکتا ہے اگر آپ اپنے شعبۂ علم میں غور و فکر کے ساتھ، مطالعہ کے ساتھ، دلچسپی کے ساتھ، اجتہاد کی صلاحیت بھی پیدا کریں۔

۳۔ نصابی کُتب کی تیاری

تیسری چیز جو مَیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہُوں وہ یہ ہے کہ نظامِ تعلیم میں نصابی کتب کا معاملہ بڑا اہم ہے۔اس سلسلے میں آپ میں سے ہر شخص ایک محدود و مختصر کام بھی اپنے ذمّہ لے کر اس کے پیچھے لگ جائے تو یہ مسئلہ آسانی سے حل ہو جائے گا۔

ہم تیس سال سے اسلامی نظامِ تعلیم کی بات کر رہے ہیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ آج اگر ہم کسی اسکول میں، خواہ پرائمری ہو یا سیکنڈری، کسی کالج میں، کسی یونیورسٹی میں کسی علم کی بھی، یہاں تک کہ پوسٹ گریجویٹ لیول پر اسلام کی بھی تعلیم دینا چاہیں تو ہمارے پاس اپنی کتابیں نہیں ہیں۔کیا میں یہ سمجھوں کہ وہ سینکڑوں اساتذہ جو ایم۔اے اور پی۔ایچ۔ڈی تک پہنچ چکے ہیں، جو ان اداروں میں برسوں سے پڑھا رہے ہیں، وہ خدانخواستہ اس صلاحیت سے بھی محروم ہیں کہ ایسی نئی ٹیکسٹ بکیں تصنیف کر سکتے جو اسلام کی تعلیمی ضروریات کو پُورا کر دیتیں۔

میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر آپ میں سے ہر شخص اپنے مقام پر علم کے کسی ایک شعبہ کو لے لیتا اور اس پر آٹھ دس سال محنت سے کام کرتا تو ہمارے پاس آج ہر شعبۂ علم میں ضروری ٹیکسٹ بکیں ہوتیں۔پھر خواہ ہمیں سوشیالوجی پڑھانا ہوتی یا اقتصادیات، سیاسیات پڑھانا ہوتی، یا تاریخ، فلسفہ پڑھانا ہوتا یا سائنس، ہم ہر علم اسلامی نقطۂ نگاہ سے پڑھا سکتے۔ان کاموں کو کرنے کے لیے بڑے بڑے ادارے آپ شاید کبھی نہ بنا سکیں گے۔اس کے لیے حکومت کی سرپرستی آپ کو کبھی حاصل نہ ہو سکے گی۔اس کے لیے آپ اپنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پاس دولت کے خزانے کبھی نہ پائیں گے۔ لیکن اگر دِل دردمند ہے، اگر محنت کی عادت ہے، اگر اپنے علم سے شغف ہے، اگر یہ احساس ہے کہ دنیا نے یہ کتنا بڑا چیلنج آپ کے سامنے پیش کیا ہے تو مجھے یقین ہے کہ آپ میں سے ہر ایک یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ ایک متعین مدت میں ایک اعلیٰ درجہ کی نئی ٹیکسٹ بک تیار کر دے اور آپ کی تعداد سینکڑوں اور ہزاروں میں ہے۔

۴۔ تخلیقی قُوّت

چوتھی بات یہ یاد رکھیے کہ آج کی دُنیا میں اگرچہ اچھے اور اعلیٰ معیار کے علمی کام کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ ہمارے پاس بڑی لائبریریاں ہوں، ہمارے پاس جدید لیبارٹریاں ہوں، ہمارے پاس ساری نئی معلومات موجود ہوں اور مجھے ان میں سے کسی بھی ضرورت اور اہمیت کا انکار نہیں۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ ان سب سے بڑھ کر ہمیں جس بات کی ضرورت ہے وہ تر و تازہ اور زندہ تخلیقی قُوّت کی ضرورت ہے۔ اگر یہ تخلیقی قُوتیں ہمارے پاس موجود ہوں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم وسائل و ذرائع کی کمی کے باوجود افکار اور علوم کی دنیا میں نئی نئی راہیں نہ نکال سکیں۔ جب کوئی پی۔ ایچ۔ ڈی نہیں تھا تو پہلا پی۔ ایچ۔ ڈی کیسے بنا؟ جب کوئی لائبریری نہیں تھی تو پہلی لائبریری کیسے تعمیر ہوئی؟ جب کوئی کتاب نہیں تھی تو پہلی کتاب کس طرح لکھی گئی؟ جب کوئی سائنس دان نہیں تھا تو پہلا سائنسدان کیسے بنا؟ آپ بارش کا وہ پہلا قطرہ بننے کی کوشش کیوں نہ کریں جو اپنے فرض کا احساس کر کے جرأت کے ساتھ میدان میں کُود پڑا۔ آسمان سے گرا تو اس کے پیچھے قطروں کی قطار بن گئی اور ساری دھرتی سیراب ہو گئی۔ اگر آپ نے یہ سوچ لیا کہ علمی کام اس وقت ہو سکتا ہے جب آپ کے پاس وسائل ہوں، ذرائع ہوں، یورپ اور امریکہ سے کتابیں آئیں، تو آپ کب بڑے کام کر سکیں گے۔ یہ ساری چیزیں ضروری ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کی تخلیقی قوت وسائل اور ذرائع کی بہت سی کمیوں کی تلافی کر سکتی ہے۔ جن لوگوں نے فکر انگیز نظریات پہلی مرتبہ پیش کیے، جن لوگوں نے پہلی ایجادات کیں، جو ساری دُنیا کے اوپر چھا گئے ان کے پاس بڑی بڑی لائبریریاں نہ تھیں، لیکن ان کے ذہن زندہ تھے، ان کے سامنے ایک مقصد تھا، ایک نصب العین تھا، ایک منزل تھی، اور ان کی بنیاد پر ان کے اندر وہ تخلیقی صلاحیت تھی جس کے بل پر انہوں نے ایک نئی دنیا کی تعمیر کر دی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اُستاد اور شاگرد

۱۔ ذاتی تعلّق

شاگرد سے تعلق کے ضمن میں سب سے پہلی اہم بات یہ ہے کہ آپ کو اپنے شاگرد سے گہرا ذاتی تعلق قائم کرنا چاہیے اس کے بغیر آپ اس کو اس راہ پر نہیں لگا سکتے جو آپ کا اپنا مقصد زندگی ہے۔ یہ ذاتی تعلق اس کی شخصیت و کردار کی تعمیر کے لیے بھی ضروری ہے اور اس کی علمی ترقی کے لیے بھی۔ اسلام میں اُستاد اور شاگرد کا ذاتی تعلق ہمیشہ بڑا اہم رہا ہے۔ حضرت عمرؓ کے دَور میں حضرت معاذ بن جبلؓ کے تحت چار ہزار طلباء قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور وہ ہر طالب علم سے ربط قائم رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے نظامِ تعلیم میں ہمیشہ یہ خصوصیت رہی ہے کہ اس میں اُستاد اور شاگرد کے درمیان ذاتی تعلّق رہا ہے۔ اُستاد شاگرد کی ذات اور اس کے مسائل سے گہری دلچسپی رکھتا تھا اور بڑی بڑی کلاسوں کے باوجود اُستاد صرف لیکچر دے کر نہ چلا جاتا تھا بلکہ اس انسانی مواد میں پُوری دلچسپی لیتا تھا جس کی حیثیت اُس کے لیے ایک امانت کی تھی۔ آج مغرب میں پوسٹ گریجویٹ سطح پر جس طرز کا تعلق ایک اُستاد اور شاگرد کے درمیان قائم ہوتا ہے، ہمارے ہاں بڑی حد تک اس طرز کا تعلق پرائمری لیول سے لے کر آخر تک رہا ہے۔

وجہ ظاہر ہے کہ ہمارے ہاں تعلیم کی غرض و غایت صرف معلومات کی منتقلی نہیں ہے بلکہ مقصد کی افزائش اور کردار کی تعمیر ہے اور یہ کام بغیر ذاتی تعلق کے نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اپنا کردار

دوسری اہم چیز یہ ہے کہ آپ کا اپنا کردار کم سے کم اس معیار کا ہونا چاہیے کہ آپ کے شاگرد پر اثر انداز ہو سکے۔ مجھے اس بات کی اہمیت جتانے کی ضرورت نہیں۔ آپ خود خوب جانتے ہیں کہ صرف باتیں کبھی اثر نہیں کرتیں۔ جب تک شاگرد یہ نہیں دیکھے گا کہ آپ کا کردار اسی مقصد اور نظریہ کے مطابق ہے جس کی آپ تعلیم دے رہے ہیں اس وقت تک وہ آپ سے متاثر نہیں ہو گا۔ ویسے بھی نفاق اور تضاد ہماری قوم کی جان کے ساتھ رگ کی طرح لگے ہوتے ہیں اور ان کا انسداد آپ کے قول و فعل کی یکسانیت اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہم آہنگی سے ہی ہو سکتا ہے۔

۳۔ بنیادی اَقدار

تیسری چیز جو آپ کے اور شاگرد کے باہمی تعلق میں اہم ہے وہ یہ ہے کہ جہاں آپ اس کو نصاب پڑھائیں، امتحان پاس کرائیں، ڈگری دلوائیں اور اس کی علمی صلاحیتیں پروان چڑھائیں وہاں ان سب سے بڑھکر آپ اِس بات کی کوشش کریں کہ آپ اس کے اندر وہ بنیادی اَقدار پیدا کر دیں جو اَقدار اس کو صحیح معنوں میں مسلمان اور صحیح معنوں میں انسان بنائیں۔ آپ بیشک اس کو تعلیم تو اسی مضمون کی دیں گے جس کی تعلیم دینے کے لیے آپ مامور ہیں، خواہ وہ سائنس ہو یا فلسفہ، سوشل سائنس ہو یا ہسٹری لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کو اپنی اصل توجہ اس بات پر مرکوز کر دینی چاہیے کہ آپ اسے ان اَقدار کی تعلیم بھی دیں جن کو اسلام نے ایک انسان کے لیے سب سے اہم قرار دیا ہے اور جو صفات اسلام نے انسان کے لیے ضروری قرار دی ہیں وہ آپ اپنے شاگرد کے اندر پیدا کر دیں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ میں بہت ہی مختصراً آپ کے سامنے ان چند بنیادی اَقدار کا ذکر کر دوں جن کے لیے آپ کو خصوصی کوشش کرنی چاہیے کہ یہ آپ کے شاگرد کے اندر پیدا ہوں۔

(ا) مقصدیّت اور آرزو

سب سے پہلی اہم قدر یہ ہے کہ آپ کے شاگرد کو بے مقصد زندگی سے نفرت ہو۔ اور اُس زندگی سے بھی جو دنیاوی مشاغل اور دلچسپیوں اور حقیر منافع کی جستجو میں گزر جائے۔ اُس کے نزدیک زندگی صرف وقت گزارنے کا نام بھی نہ ہو۔ اس لیے کہ بے مقصد زندگی آدمی کو ایک ایسی مُشتِ خاک بنا کر رکھ دیتی ہے جس کا کوئی مصرف اس کے سوا نہ ہو کہ ہر آنے جانے والے کے پاؤں تلے روندی جائے۔ جب ایک دفعہ اس میں یہ تمنّا اور عزم پیدا ہو جائے کہ اسے ساری زندگی کسی مقصد کی جستجو اور آرزو میں گزار دینا ہے تو آپ اس کے اندر یہ شُعلہ روشن کر دیں کہ یہ جستجو ہو تو سب سے بڑھ کر خالق کی رضا کی ہو، آرزو ہو تو اس کے انعام کی ہو، مقصد ہو تو اس کے دین کے غلبہ کا ہو۔ اس مقصد کے عشق کا شُعلہ اس کے اندر اس طرح بھڑک اٹھے کہ وہ سمجھ لے کہ یہ جستجو اور آرزو ہی زندگی کا اصل حاصل اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معرف ہے ورنہ اس کے بغیر وہ ایک لاش سے بھی بدتر ہے۔

اقبالؒ کے الفاظ میں آپ اُسے یہ درس دیں ؎

زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصلِ اُو در آرزُو پوشیدہ است
آرزُو را در دِل خود زندہ دار
تا نہ گردد خاکِ تو مثلِ مزار

(زندگی کا راز جستجو میں ہے، اس کی حقیقت اور بنیاد آرزُو میں پوشیدہ ہے۔
آرزُو کو اپنے دل میں زندہ رکھ۔ تاکہ جس مٹی سے تو بنا ہے وہ مزار بن کر نہ
رہ جائے)۔

اگر یہ مقصدیت اور یہ آرزُو آپ شاگرد کے اندر پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو خواہ اُس نے کوئی بھی نصاب کی کتاب پڑھی ہو اور کوئی بھی علم حاصل کیا ہو وہ احیائے اسلام کی تحریک کے لیے ایک قیمتی اثاثہ ثابت ہو گا۔

(ب) دُنیا سے بے نیازی

دوسری قدر جو مَیں سمجھتا ہُوں کہ انتہائی ضروری اور بیش قیمت ہے وُہ دنیا سے بے نیازی ہے۔ اس کے بغیر نہ پاکستان کی فلاح ممکن ہے نہ عالمِ اسلام کی۔ دُنیا آپ کے شاگرد کی مملکت ہے، یہی اس کا میدانِ عمل ہے۔ یہیں اسے اسلام کو قائم کرنا ہے اور اسی میں اسے رضائے الٰہی کی جستجو کر کے اپنی آرزو کی تکمیل کرنا ہے۔ لیکن اس کے دل پر دنیا بادشاہت نہ کرے، اس کا دل دُنیا کا بادشاہ ہو۔ اسی کے انتظام میں ہمہ تن مصروف رہے لیکن اس کی کشش سے ہمہ رُوح بے نیاز ؎

زعلمِ چارہ سازے بے گدازے ۔۔۔ بسے خوشتر نگاہِ پاکبازے
نکوتر از نگاہِ پاکبازے ۔۔۔ دلے از ہر دو عالم بے نیازے

(جو علم کام تو بنا دے، دل میں گداز نہ پیدا کرے۔ اس سے کہیں بہتر وہ نگاہ ہے جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پاکباز ہو۔ اور نگاہِ پاکباز سے بھی بہتر وہ دل ہے جو دونوں جہانوں سے بے نیاز ہو۔ آپ یہ کوشش کریں کہ ڈگری کی صورت میں جو علمِ چارہ ساز آپ اس کو منتقل کر رہے ہیں اور جس کو لے کر وہ یا تو فٹ پاتھ کی خاک چھانتا پھرے گا یا دفتر کے کمروں میں سرگرداں رہے گا۔ اس سے بہتر چیز آپ اس کو عطا کریں۔ وہ نگاہ جو اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بجائے اپنے مقصود پر جمی رہے، وہ دل جس کے لیے دُنیا کے سارے عیش و آرام اور ساری نعمتیں اس سے زیادہ قدر و قیمت کی حامل نہ ہوں کہ جب ضرورت پڑے، وہ دامن جھٹک کر کھڑا ہو جائے۔ جو علم صرف تلاشِ معاش اور تن آسانی کا ذریعہ بن جاتے وہ آستین کا سانپ ہے اور جو دل و نگاہ کو پاک کر دے وہی انسان کا اصل دوست ہے ؎

علم را بر تن زنی مارے بوَد
علم را بر دِل زنی یارے بوَد

(ج) دُنیا میں غلبہ اور تسخیرِ ارض و سما

یہ تیسری قیمتی اور اہم قدر ہے۔ اسلام کا تقاضا ہی یہ ہے کہ مغلوبیت، غلامی، پستی اور ذلت کسی صورت میں برداشت نہ کرے بلکہ اس کا دل دنیا سے بے نیاز ہونے کے باوجود ساری کائنات کو مسخّر کر لینے کے جذبہ سے معمور ہو۔ اپنے خالق کی دنیا ہم کب تک خالق کے باغیوں کے لیے چھوڑ رہیں گے۔ قوانینِ کائنات کے انکشاف اور قدرت کی نعمتوں کو انسان کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کرنے میں آپ کے شاگرد کو سب سے آگے ہونا چاہیے۔

(د) محنت

چوتھی اہم قدر جس کا محتاج آپ کا شاگرد بھی ہے اور جس کے فقدان سے ساری مسلم دنیا نقصان اٹھا رہی ہے وہ محنت ہے۔ قانونِ قدرت کے تحت جھولی اسی کسان کی بھرتی ہے جو اس کے لیے خون پسینہ ایک کر دیتا ہے۔ دنیا میں کوئی کام صرف خواہش سے نہیں ہو سکتا۔ جو کام ہاتھ میں لے اس کو بہتر سے بہتر طریقہ پر کر دینے کے لیے انتھک محنت کے جذبہ و آمادگی کے بغیر آپ کا شاگرد اپنی آرزو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کی جستجو میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ رنج و افسوس کی بات ہے کہ کاہلی، سُستی، ضیاعِ وقت، اور کام کو ٹالنے کی خصوصیات ہماری امتیازی خصوصیات بن چکی ہیں۔ کتنے نوجوانوں کو ہاتھ سے کام کرنے اور جسمانی محنت سے عار آتا ہے۔

اُستاد اور تعلیم گاہ

اسلام کے حق میں کردار

آپ جہاں کہیں بھی ہوں اور جس پوزیشن میں بھی ہوں آپ کا کردار مثبت طور پر اسلام کے حق میں ہونا چاہیے لیکن خاص طور پر تعلیم گاہوں میں تو یہ بات بے انتہا ضروری ہے اس لیے کہ یہیں مستقبل کی تعمیر ہوتی ہے۔ یہ ہماری ایک بڑی ٹریجڈی ہے کہ جو لوگ اسلام پسند ہوتے ہیں جن کو اسلام سے محبت کا دعویٰ ہوتا ہے خواہ وہ تعلیم کے میدان میں ہوں یا سرکاری ملازمت میں ہوں یا کلیدی مناصب میں ہوں وہ ہمیشہ غیر جانبداری برتنے اور ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ جو اسلام کے دشمن ہوتے ہیں۔ وہ جہاں پہنچ جاتے ہیں ان کی ساری قوتیں اور صلاحیتیں واضح طور پر اسلام کے خلاف کام کرنے پر لگتی ہیں۔ آپ کو بھی اس بات کا مصمم فیصلہ کر لینا چاہیے کہ آپ جن تعلیمی اداروں میں ہوں، خواہ پرائمری اسکول میں ٹیچر ہوں یا سیکنڈری اسکول میں، ہیڈ ماسٹر ہوں یا کالج میں اور یونیورسٹی میں اُستاد، جہاں کہیں بھی ہوں، آپ کو سیاست سے تعلق ہو یا نہ ہو، آپ کا پُورا کا پُورا وزن پُوری سرگرمی سے مثبت طور پر، عملی طور پر اسلام کے حق میں جانے گا۔ آپ کا یہ فرض ہو گا کہ آپ اپنے مقام پر اپنے طلبہ کے درمیان اپنے ادارے میں اسلام کے احیاء، اور اسلام کے غلبے اور اسلام کے نفاذ کے لیے ایک فعّال ستون بن کر کھڑے ہو جائیں گے تاکہ لوگ یہ محسوس کریں کہ یہ وہ ستون ہے کہ جس کے بل پر یہاں اسلام قائم ہو سکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وسیع تر ماحول

آپ کا پہلا دائرہ عمل کلاس روم ہے جہاں آپ کچھ بھی پڑھا رہے ہوں لیکن اسلام کی محبت اور اسلام کے لیے جدّوجہد کا جذبہ منتقل کرنا آپ کا فرض ہے، ظلم و جبر سے نفرت اور اس کے خلاف جدوجہد کے لیے آمادگی پیدا کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر آپ کا تعلیمی ادارہ ہے، آپ کا محلہ ہے، آپ کا گاؤں اور شہر ہے، آپ کا ملک ہے، آپ کی مسلم دنیا ہے، آپ کا سارا عالمِ انسانیت ہے۔ ان میں سے کسی سے آپ غافل اور بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ اُستاد کی زندگی میں سارا جہاں سمویا ہُوا ہوتا ہے۔ آپ آگے بڑھ کر اپنے مقام پر اسلام کے قطب بن جائیے۔ دنیا کی تقدیر بدل جائے گی۔ انسان آپ کا منتظر ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

نمبر 17447

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز